ماہنامہ

المرشد

لاہور

اگست 1999

ماہنامہ
المرشد
لاہور
سی پی ایل نمبر 3

مدیر
چوہدری محمد اسلم

اس شمارے میں

۱	اداریہ	سرفراز حسین	۳
۲	باعثِ خرابی بسیار	امیر محمد اکرم اعوان	۴
۳	قربانی کا فلسفہ	امیر محمد اکرم اعوان	۱۰
۴	مجلس ذکر	پروفیسر صبد الرزاق	۱۹
۵	حکمران علماء اور نفاذ اسلام	امیر محمد اکرم اعوان	۲۳
۶	دیتے ہیں دھوکہ بازی گر	محمد اسلم	۲۸
۷	مجاہدین نفاذ اسلام کرینگے	محمد اسلم	۲۹
۸	کھلا دشمن	حافظ محمد عتیق	۳۱
۹	خاتون معمار قوم	ثمینہ اعجاز	۳۲
۱۰	شھادت کیا ہے	امیر محمد اکرم اعوان	۳۵
۱۱	تم نہیں یا ہم نہیں	امیر محمد اکرم اعوان	۳۷
۱۲	آخرت اور تصوف	امیر محمد اکرم اعوان	۴۲
۱۳	قامو و قالو ربنا	امیر محمد اکرم اعوان	۴۷
۱۴	ڈاکو	امیر محمد اکرم اعوان	۵۲
۱۵	طب نبوی ﷺ	ڈاکٹر خالد غزنوی	۵۶
۱۶	DEMOCRACY	جوار یہ زاہد	۶۴

رابطہ آفس:۔ کمرہ نمبر 8۔ سیکنڈ فلور، ریکس سٹی جھنگ روڈ فیصل آباد۔ فون 732254 فیکس 727002

ناشر۔ پروفیسر حافظ عبد الرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور۔ 6314365

پتہ۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5180467

اداریہ — اصل کارگل

شکم سے سوچنے والی قیادت سے اگر کوئی قومی حمیت کی' بہادری کی یا کسی دیگر نظریہ حیات کی توقع رکھے تو "این خیال است و محال است و جنوں" نعروں اور اعمال میں تضاد' پاکستانی قیادت کا خاصہ رہا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ نفاذ اسلام کے لئے ایک خطہ ارضی حاصل کیا جاتا ہے۔ آئین میں بھی اس کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔ اعلانات بھی کئے جاتے ہیں مگر نافذ نہیں کیا جاتا...... قومی زبان اردو ہے تمام سرکاری کام انگریزی زبان میں ہی کئے جاتے ہیں۔ آئین و قانون کی پاسبانی کا حلف اٹھایا جاتا ہے اور اسی کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں...... کشمیریوں کی حمایت کا اعلان کیا جاتا ہے مگر کارگل واپس دے دیا جاتا ہے ...... جیتی ہوئی بازی کو ایٹم بم کی موجودگی میں شکست میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ 1971ء میں نصف پاکستان گنوا کر نئے پاکستان کی نوید سنائی جاتی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں کتنے ہی کارگل آئے جو خالی کرالئے گئے۔ کوئی ایک کارگل ہو تو کوئی اس کی بات کرے یہ تو سابقہ کارگلوں میں ایک اور اضافہ ہے۔

سمجھانے والوں نے مجاہدین کشمیر کے قائدین کو کتنی بار سمجھایا ہے کہ کشمیر کی راہ میں اصل رکاوٹیں پاکستان کی ایسی ہی قیادتیں رہی ہیں جو کبھی شملہ معاہدہ پر دستخط کر کے پسپائی اختیار کرتی ہیں کبھی معاہدہ تاشقند کے نام پر آدھے ملک سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔ کبھی خیر سگالی کے طور پر سکھوں کی لسٹیں بھارت کو پیش کرتی ہیں' کبھی اعلان لاہور پر دستخط کرتی ہیں اور دوستی کی بسیں چلاتی ہیں۔ کبھی بسںڈی پر انڈیا کو چینی مہیا کرتی ہیں اور کبھی دوران جنگ ان کے پائلٹ واپس کئے جاتے ہیں تاکہ مجاہدین پر بمباری جاری رکھ سکیں۔ اور پھر انڈیا کی خیر خواہی میں یکطرفہ طور پر اعلان واشنگٹن پر دستخط کر کے کارگل کے مجاہدین کو واپس آنے پر مجبور کرتی ہیں۔ فلک نے ایسی پسپائی کبھی نہیں دیکھی ہوگی جہاں چڑھنا دشوار تھا' اترنا اس سے دشوار ہو گیا ہے۔

یہ ایک ایسی کمٹمنٹ ہے جس میں انڈیا فریق نہیں ہے' جس کی شرائط کا وہ پابند نہیں ہے۔ ایسا معاہدہ جو جیتی ہوئی قوم نے بڑی تگ و دو کے بعد ایک ایسے سات سمندر پار ملک سے کیا جو نہ تو اس تمام جھگڑے میں فریق ہے اور نہ ہی مسئلہ کشمیر میں کسی قسم کی ضمانت دینے کے لئے تیار۔ اعلان لاہور کو صلح حدیبیہ سے تعبیر کرنے والوں نے اعلان واشنگٹن کو نہ جانے ابھی تک فتح مکہ سے تعبیر کیوں نہیں کیا۔ دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو اسد۔

ان قیادتوں کو اقتدار دلانے والی ایجنسیاں بہر حال اس ذلت و پسپائی کے اعلان واشنگٹن میں برابر کی ذمہ دار ہیں جنہوں نے الیکشن سے پہلے نہ احتساب ہونے دیا نہ دفعہ 62 اور 63 کے تحت امیدواروں کو پرکھا۔ موجودہ قیادت وہی قیادت ہے جس نے اپنے سابقہ دور حکومت میں اعلان کیا تھا کہ میں ڈکٹیشن نہیں لوں گا' استعفیٰ نہیں دوں گا' اسمبلی نہیں توڑوں گا۔ قارئین کو یاد ہو گا چند ہی دنوں بعد یہ تینوں کام خوش اسلوبی سے کر گئی تھی۔ اس آئینی اعصاب کی دعویدار قیادت کا المیہ یہ ہے کہ جب یہ خوفزدہ ہو کر پیچھے کو بھاگتی ہے تو یوں ہراساں ہو کر بھاگتی ہے کہ پورس کے ہاتھیوں کی طرح اپنی ہی فوج کو کچل دیتی ہے۔ نہ کھائی دیکھتی ہے نہ کھڈا اور بعد میں انہی پستیوں کی تعریف کرتی ہے جن میں گر کر وہ سمجھتی ہے کہ جان بچی سو لاکھوں پائے۔

اسی قیادت تک محدود نہیں' پاکستان کی سابقہ تمام قیادتوں نے جتنے غلط فیصلے کئے ان کے نتائج سے وہ محفوظ و مامون رہیں' اور ان کی بددیانتیوں کے' ان کی کرپشن کے اور ان کی ناعاقبت اندیشانہ پالیسیوں کے نتائج پچاس سال سے قوم بھگت رہی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس خوفزدہ قیادت کو جتنی جلدی اقتدار سے رہائی دلادی جائے' ملک و قوم کے لئے اتنا ہی بہتر ہو گا۔ لہٰذا ملک و ملت کے بہی خواہوں اور خاص کر مجاہدین اسلام کو اب تک باور ہو جانا چاہئے کہ کشمیر کی آزادی اور پاکستان کی ترقی میں اصل رکاوٹ اس ملک کی قیادتیں رہی ہیں۔ جب تک ان قیادتوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کر لیا جاتا نہ نفاذ اسلام ممکن ہے نہ آزادی کشمیر۔ جو یہ "کارگل" فتح کرلے گا وہی فاتح کہلائے گا۔

سرفراز حسین

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان
دارالعرفان۔ منارہ 6-6-97

باعث خرابی بسیار

انسانی مزاج ہے جہاں بھی کوئی رہتا بستا ہے اسے اپنے اپنے مسائل کی فکر ہوتی ہے آج کے دور میں دنیا مسائل کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے امن کا تصور دنیا کے کسی بھی خطے میں نہیں پایا جاتا۔ پانی سے زیادہ انسانی خون بہتا ہے دنیا کا کوئی ملک ہو کہیں بھی انسان محفوظ نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ انسان اپنی تنگ نظری کی وجہ سے صرف اپنی ذات کے مسائل سوچتا ہے۔ اپنی ذاتی مصیبتوں پر نظر رکھتا ہے۔ ورنہ اس وقت آپ دنیا کے کسی ایسے ملک کا نام نہیں لے سکتے۔ جہاں قتل وغارت گری نہ ہوتی ہو۔ جہاں ڈاکے نہ پڑتے ہوں۔ جہاں انسانی جانیں ضائع نہ کی جاتی ہوں۔ بلکہ جو بڑے بڑے امن کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ امریکہ ہی کو لے لیں تو سب سے زیادہ قتل وغارت گری امریکہ میں ہوتی ہے۔ امریکہ کا کوئی ایک شہر ایسا نہیں ہے جس میں آدمی اپنے آپ کو محفوظ سمجھے اور دن دیہاڑے بازار سے' آرام سے گزر سکتا ہو۔ اسی طرح یورپین ممالک کو دیکھ لیں' برطانیہ کو دیکھ لیں۔ سب کا ایک حال ہے آج دنیا سمٹ گئی ہے ہر ملک کی خبر لحہ لحہ نشر ہوتی ہے ہر جگہ قتل وغارت گری ہو رہی ہے اور ہونی چاہئے یہ عین اس اصول کے مطابق ہے جو رب کریم نے عطا فرمایا ہے۔ سورۃ طٰہٰ کی سولھویں پارے کی آخری رکوع کی آیات میں یہی اصول زیر بحث ہے۔

ان آیات مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ بیان ہو رہا ہے اس کا انجام کار کیا ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ قال اھبطا منھا جمیعا بعضکم بعض عدو شیطان اور انسان میں دوستی نہ ہوگی۔ تم دشمن ہو۔ ایک دوسرے کے۔ لیکن انسانوں کے لئے یہ ایک نعمت ہے۔

فاما یاتینکم منی ھدی میری طرف سے مسلسل ہدایات پہنچتی رہیں گی میرے نبی مبعوث ہوتے رہیں گے۔ کتابیں نازل ہوتی رہیں گی۔ جہاں بھی' جب بھی ضرورت ہوگی اللہ کی ہدایت موجود ہوگی۔ فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی جس نے میری ہدایات پر عمل کیا' میرے احکام کی پیروی کی' میری بات کو مانا' میری نصیحت کو سنا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ گمراہ نہیں ہوگا غلط کار نہیں ہوگا اور دوسری بات یہ ہے ولا یشقی وہ کبھی بدبخت نہیں ہوگا کبھی پریشان حال نہیں ہوگا نہ دنیوی اعتبار سے اور نہ اخروی اعتبار سے لیکن یہ بھی سن لو

ومن اعرض عن ذکری۔ جس نے میری یاد بھلادی جس نے میرے احکام کی پرواہ نہ کی جو میری عظمت کو فراموش کر گیا جس نے میرے جہان میں من مانی کرنا چاہی اپنی پسند پہ عمل کرنا چاہا فان لہ معیشتہ ضنکا۔ میں اس کے لئے زندگی تنگ کر دوں گا۔ وہ جیتا تو رہے گا لیکن لحہ لحہ موت کی آرزو کرتا رہے گا۔ کہ اس جینے سے تو مرجانا بہتر ہوتا۔ وہ جیتا تو رہے گا لیکن رسوا ہو کر' وہ زندہ تو رہے گا لیکن افلاس کا شکار ہو کر' وہ زندہ تو رہے گا لیکن بدامنی کا شکار ہو کر' بے آبروئی کا شکار ہو کر' تو اس کی زندگی اس کے لئے پہاڑ بن جائے گی مصیبت بن جائے گی اور پھر جب میدان حشر میں اسے کھڑا کیا جائے گا

نحشرہ یوم القیمتہ اعمٰی تو میں اسے اندھا کر کے اٹھاؤں گا جب کہ وہ چیخ کر کہے گا قال رب لم حشرتنی اعمٰی وقد کنت بصیرا میری تو آنکھیں ٹھیک تھیں دنیا میں' اللہ! تو نے مجھے قیامت کو اندھا کر کے کھڑا کر دیا تو فرمایا! جواب دیا جائے گا۔

قال کذلک اتتک ایتنا فنسیتھا دنیا میں تیری آنکھیں کب تھیں؟ تمہیں میری عظمت نظر نہیں آتی تھی' میرے حکام نظر نہیں آتے تھے' میرے ارشادات تجھے نظر نہیں آتے تھے تجھے آنکھیں کب تھیں فرمایا وکذالک نجزی من اسرف ولم یومن بایت ربہ یہ حال تو ان لوگوں کا ہے جنہیں یقین کی دولت نصیب نہیں ہوتی اور اللہ کے احکام کی پیروی نہیں کرتے یہ کچھ تو دنیا میں ہوتا ہے اور یہ سزا زیادہ نہیں ہے اس لئے۔

ولعذاب الاخرہ اشد وابقی۔ کہ آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ شدید ہے اور پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے دنیا میں کوئی کتنا جی لے گا پہلی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی مصیبت آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کی زندگی محدود ہے کتنا کوئی جی لے گا۔ اور اخروی زندگی ختم ہونے والی نہیں ہے اگر خدانخواستہ وہاں کوئی عذاب میں پھنس گیا تو عذاب اس سے شدید ترین بھی ہے اور ختم نہ ہونے والا بھی۔

آج ہمیں بظاہر تو یہ نظر آتا ہے جیسے پاکستان سے باہر شاید سارے لوگ بڑے خوش حال ہیں' مغرب میں لوگ بڑی عیش کرتے ہیں' امریکہ میں لوگ بڑی موج سے رہتے ہیں' برطانیہ

میں لوگ بڑی عیش کرتے ہیں' لیکن وہاں جاکر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے۔ جو یہاں سے گئے ہیں ان کا بھی اور جو وہاں ہیں ان کا بھی۔ یہ خوبصورت نظر آنے والے اس دنیا کے جہنم ہیں جن میں انسان جھونکے جاتے ہیں' انسانیت جھونکی جاتی ہے' انسانی جانیں جھونکی جاتی ہیں' انسانی آبرو جھونکی جاتی ہے' انسانی امن وسکون جھونکا جاتا ہے اور یقین جانئے میں نے ساری دنیا کو پھر کے دیکھا ہے' وہاں رہ کے دیکھا ہے' لوگوں سے مل کے دیکھا ہے' نفرتیں ہی نفرتیں' ظلم ہی ظلم' بے حیائی ہی بے حیائی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی ذات کے منکر ہیں' جو لوگ اس کے نبی ﷺ اس کے پیغام' اس کے پیغام لانے والے کے منکر ہیں' جو لوگ اس کی کتاب کا' اس کی ہدایات کا انکار کرتے ہیں وہی ان سب میں گرفتار ہیں تو بات سمجھ میں آتی ہے۔

لیکن مسلمان تو وہ قوم ہے جو اللہ کی عظمت پہ یقین رکھتی ہے' جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عاشق زار ہے' ایمان رکھتی ہے' یقین رکھتی ہے' اطاعت کرتی ہے' محبت تو محبت عشق کرتی ہے اپنے پیامبر ﷺ سے تو پھر ان کا حال' مسلمانوں کا حال خراب کیوں ہے؟ ان آیات مبارکہ میں اللہ کریم نے دعویٰ نہیں مانگا یہ نہیں کہا کہ جو اعلان کرے گا میں تجھے مانتا ہوں وہ موج کرے گا یہاں

من اتبع ھدی جس نے میرے احکام پر عمل کیا' اطاعت کی' پیروی کی یعنی بات عمل پر ہے دعوے پر نہیں ہے۔ ایمان یا اسلام کا تعلق عمل سے ہے' اطاعت کا تعلق عمل سے ہے۔ عمل اور قول میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ ایک آدمی کھانا کھائے نہیں لیکن وہ یہ رٹ لگاتا رہے کہ میں نے کھالیا' میں نے کھالیا' میں نے کھالیا تو کیا وہ زندہ رہ سکے گا؟ اس کا پیٹ بھر جائے گا اس دعوے سے؟ کبھی نہیں! پیٹ بھرنے کے لئے عملاً" اسے کھانا کھانا ہوگا' اعلان کرنے سے پیٹ نہیں بھرے گا۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں وہاں ایک پیر صاحب آگئے وہ نماز روزہ نہیں کرتے تھے۔ عموماً" اس طرح کے لوگوں کی پیری کی دکانیں چمکی ہوئی ہوتی ہیں تو ان کے ایک مرید تھے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھ لیا کہ بھئی تم نے پیر انہیں بنا رکھا ہے اور وہ خود بھی نماز ادا نہیں کرتے' اللہ کی اطاعت نہیں کرتے' تمہاری پیری کیا کریں گے؟ وہ کہنے لگا جی یہ تو اپنی پانچوں نمازیں حرم میں جاکر ادا کرتے ہیں تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اس نیک بخت کو کہو کہ ایک دن کھانا بھی حرم ہی سے کھا کر آجائے' کھانا تو یہاں کھاتا ہے صبح شام۔ اسے کہو کہ جب اتنا سفر کرتے ہو تو تم کھانا بھی وہیں کھالیا کرو اس کا کھانا دو چار دن بند کردو پتہ چل جائے گا کہ حرم جاتا ہے یا یہیں پڑا رہتا ہے۔

تو نرے دعوے سے تو حق ادا نہیں ہوتا کہ ہم یہاں بیٹھ کر کہہ لیں جی میں نے نماز کعبے میں ادا کرلی۔ یہ تو ادا کریں گے تو ہوگی' اطاعت کریں گے تو ہوگی' عظمت الٰہی کو مانیں گے تو ہوگی' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام وفرامین پر عمل کریں گے تو ہوگی۔ بڑے سے بڑا ڈاکٹر آپ کو بتاتا ہے کہ جی اس میں زہر ہے یہ نہ کھائیں آپ کہتے ہیں جی آپ کی قابلیت پہ اعتبار ہے' آپ کی بات سر آنکھوں پر لیکن کھا پھر بھی لیتے ہیں تو مرنا تو ہے کیونکہ آپ نے زہر کھالیا۔ ہر عمل میں ایک تاثیر رکھی ہے قادر مطلق نے اور ہر عمل اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند
بامن و تو مردہ باحق زندہ اند

ہر چیز جو کائنات میں ہے وہ مخلوق ہے اور ہر مخلوق کا اپنا ایک جداگانہ وجود ہے۔ مٹی' آگ' ہوا' پانی یہ بھی سارے اللہ کی مخلوق ہیں جس طرح میں اور آپ ہیں۔ جو عمل ہم کرتے ہیں یہ عمل بھی مخلوق ہے اور ہر مخلوق کا اپنا ایک وجود ہے اور ہر وجود کے اپنے اثرات ہیں۔ جس طرح ہر چنگاری اپنی تپش رکھتی ہے' برف کا ہر ذرہ اپنے اندر ایک ٹھنڈک رکھتا ہے' پانی کا ہر قطرہ اپنے اندر ایک حیات رکھتا ہے یہی حال ہر عمل کا ہے جو ہم کرتے ہیں۔ اب آپ اندازہ کرلیجئے کہ ہر وہ عمل جو خلوص کے ساتھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت میں' اللہ کی تابعداری میں کیا جائے وہ آرام وسکون بخشتا ہے اور ہر وہ فعل جو اطاعت کی حد سے باہر ہو وہ بے سکونی لاتا ہے۔ یہ اس کا قدرتی پھل ہے' قدرتی اثر ہے اس کا نتیجہ ہے اب ہم اگر ایک کاپی پنسل لیکر بیٹھیں اور صبح اٹھنے سے لیکر رات سونے تک جو الفاظ منہ سے نکالیں' جو سوچا اور جو کیا یہ تین خانے بنالیں کہ ہم نے دن بھر کیا سوچا ہر خانے کو آپ دو حصوں میں بانٹ لیں مثبت اور منفی' جو دین کے مطابق ہو وہ مثبت خانے میں لکھتے جائیں جو دین کے خلاف ہو وہ منفی میں لکھتے جائیں' تو شام کو ہمیں دن بھر کا پتہ چل جائے گا کہ مجھے پریشان ہونا چاہئے یا مجھے پر سکون ہونا چاہئے اگر خدانخواستہ دن بھر آگ جمع کی ہے تو شام کو ہم کہیں کہ میرے دل میں ٹھنڈک ہو' ٹھنڈک کیسے ہو؟ جس میں ہم نے دن بھر انگارے ڈالے ہیں اور جنہوں نے دن بھر آب حیات چنا ہے وہ شام کو پریشان کیوں ہوں۔

ہمارے دعویٰ مسلمانی کو امید یہ رہتی ہے کہ ہم پر وہ رحمتیں ہونی چاہیں جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں پہ ہوتی تھیں۔ وہ کرم ہونا چاہئے جو صحابہ کرام پہ ہوتا تھا۔ ہمیں اس طرح کامیابیاں

نصیب ہونی چاہیں جس طرح ان عظیم اللہ کے اطاعت گزار بندوں کو نصیب ہوتی تھیں' لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ عجیب مزاج کے لوگ تھے انہوں نے زندگی اس بات پہ لگادی تھی کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی رضامندی حاصل ہو۔ باقی کچھ رہے یا نہ رہے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات' چھوٹی چھوٹی باتیں انسانی مزاج کا پتہ دے جاتی ہیں۔ ان کی جاں نثاری' ان کا ایثار' ان کی ہجرتیں' ان کے جہاد' ان کی قربانیاں وہ تاریخ عالم کا ایک شاندار باب ہیں آپ ان عظیم فتوحات کی بحث میں مت پڑیئے آپ ایک چھوٹی سی بات دیکھ لیں کہ ایک صحابی مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو انہوں نے سرخ رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا اور ناپسند فرمائی کہ یہ سرخ رنگ مردوں کو زیب نہیں دیتا اچھا نہیں لگا کئی دن بعد آپ ﷺ نے پوچھ لیا بھئی وہ تمہاری سرخ چادر نظر نہیں آئی۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے تنور میں ڈال دی تھی۔ بھئی نیا کپڑا تھا تم نے تنور میں جھونک دیا گھر کی کسی خاتون کو دے دیتے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے جس چیز کو ناپسند فرمایا پھر وہ باقی کیوں رہے' اس کا نہ رہنا ہی بہتر ہے۔ بظاہر ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن چھوٹی نہیں' مسلمان کا اپنے نبی ﷺ کے ساتھ جیسا رشتہ ہوتا ہے اس کی دلیل بن گئی ہے اب اس قدر ایثار کرنے والے' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پچھنے لگوائے' پچھنے میں خون نکلا' ایک صحابی کو عطا فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور دور جا کر دفن کر دو۔ وہ لے تو گئے لیکن ان کا دل نہیں مانا کہ نبی کریم ﷺ کا خون اور زمین پر پھینک دوں انہوں نے پی لیا۔ اب خون پینا تو حرام ہے' نبی بھی تو اللہ کا بندہ مخلوق اور انسان ہے' واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ کو بھی بات کھٹک رہی تھی آپ نے پوچھا بھئی دفن کر دیا؟ خاموش...... ہاں کہتے ہیں تو جھوٹ ہوتا ہے اور نبی ﷺ کے ساتھ جھوٹ کون بولے اور نہ کہتے ہیں تو بتانا پڑے گا کہاں ہے۔ تو آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا تیسری دفعہ پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میں نے پی لیا' میں زمین پر گرا نہیں سکا۔ جرم تھا' گناہ تھا' خون پینا حرام ہے لیکن کس بات میں جرم ہوا اس سے؟ اس کے دل میں ایسا مقام تھا حضور ﷺ کا کہ وہ آپ ﷺ کا خون گرانے سے عاجز تھا اور اس کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے تجھ پر دوزخ کی آگ حرام کردی تیرے وجود میں میرا خون شامل ہو گیا ہے اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکے گی۔ یعنی جب رشتے کی نوعیت ایسی ہو تو گناہ پر بھی بخشش مل جاتی ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ بندہ جرم کرے اور اسے جنت کی نوید مل جائے' اور ہم نیکی کرتے ہیں اور ہم پر عذاب نازل ہوتا ہے اس لئے کہ ہم نیکی نہیں کرتے۔ ہم اس کیفیت سے جسے محبت کہتے ہیں اس کیفیت سے جسے ایمان کہتے ہیں' اس کیفیت سے جسے تعلق یا رشتہ کہتے ہیں' اس سے ہم آشنا ہی نہیں ہیں۔ ہمارے تو گلے پڑ گئی مسلمانی ہم اسے گھسیٹ رہے ہیں۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان گھروں میں پیدا فرما دیا اور یہ بھی بہت بڑا احسان ہے اس کا کہ ہم دعوے کے مسلمان تو بنے ہوئے ہیں لیکن کہاں ہے وہ محبت جو نبی کریم ﷺ کے کسی ایک حکم کو زمین پر نہ پڑنے دے؟ کہاں ہے وہ عشق جو حضور ﷺ کے ارشادات کو ہمارے ہاتھ سے ضائع نہ ہونے دے' کہاں ہے وہ رشتہ وہ تعلق؟

تو اسلام نام ہے اس کیفیت کا' دل کے اس حال کا جو ہمیں ہر حال میں نبی کریم ﷺ کا جاں نثار غلام بنا دے۔ آپ ﷺ کے ایک ایک حکم کے لئے جان دینے پہ تیار ہو جائے۔ تو ایک ہوتی ہے عدم اطاعت جو بہت بڑا جرم ہے' بہت بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا رب کریم نے رکھی ہے کہ میں اس کی زندگی اس کے لئے مصیبت کر دوں گا' اس کا جینا دوبھر کر دوں گا' معیشتہ ضنکا اس کا جینا دوبھر کر دوں گا لیکن ہم اس سے زیادہ کے مجرم ہیں۔ ہم صرف عدم اطاعت کے مجرم نہیں بلکہ ہم نے جرم یہ کیا کہ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا کہ بار الہا ہمیں آزاد ملک عطا کر۔ ہم اپنی ذات پر ہی نہیں اس پورے ملک پر تیری حکومت قائم کریں گے' تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریاست ہو گی' تیرے دین کی حکومت ہو گی' اسلام کی حکومت ہو گی اور پچاس برس ہو گئے اللہ نے وہ نعمت عطا کر دی' آج بھی اس پر حکومت فرعونوں کی ہے' یہودی کی ہے' نصاریٰ کی ہے یہود و نصاریٰ کے معاشی نظام کی ہے' یہود و نصاریٰ کے سیاسی نظام کی ہے' یہود و نصاریٰ کے نظام عدالت کی ہے۔ آج اس ملک میں بیٹھ کر ہم کہتے ہیں کہ اسلام کا نظام عدالت تو وحشیانہ ہے' آج ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا معاشی نظام تو قابل عمل ہی نہیں ہے' آج ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا سیاسی نظام تو اپنایا ہی نہیں جا سکتا۔ یہودی کا اپنایا جا سکتا ہے' نصرانی کا اپنایا جا سکتا ہے' کافر کا اپنایا جا سکتا ہے' سودی نظام میں ہم پس رہے ہیں ہمارا تو یہ حال ہے کہ ہماری یہ جائے نمازیں مساجد کی دیوار میں سیمنٹ چونا اینٹیں ہمارے کپڑے' لباس' مرنے والے کا کفن بلکہ جو تسبیحات ہم پڑھتے ہیں تسبیح کے دھاگے تک میں سود داخل ہے۔ اور دکھ کی بات یہ ہے کہ ہم سارے اس پر مطمئن بھی ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے غرباء بھی تھے' مفلس بھی تھے لیکن ان میں ایسے لوگ بھی تھے جن پہ سارا عرب ناز کرتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اپنی ایک حیثیت تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ کی اپنی ایک حیثیت تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کی قبل اسلام بھی قبائل میں اپنی ایک حیثیت تھی' حضرت حمزہؓ کی اپنی ایک شان تھی۔ اپنی اپنی ایک حیثیت کے مانے ہوئے لوگ بھی تھے۔ کوئی بہادری میں نامور تھا' کوئی سخاوت میں نامور تھا' کوئی ورع و تقویٰ میں نامور تھا اور مانے ہوئے لوگ تھے جزیرہ نمائے عرب کے' پھر ان کے ساتھ مکے والوں کی کیوں بگڑ گئی؟ خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تک مبعوث نہیں ہوئے' جب تک آپ ﷺ نے اعلان نہیں فرمایا تب تک تو کافر بھی آپ ﷺ کا حکم مانتے تھے آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے آپ سے فیصلے کرواتے تھے پھر کیا وجہ ہوئی کہ یکایک سارے دشمن ہو گئے' یہ کہا جاتا ہے اور بجا طور پر یہ درست ہے کہ حضور ﷺ نے اعلان توحید فرمایا اور ایک رب کی ربوبیت کا اعلان فرمایا اور بتوں کو جھوٹا قرار دیا لیکن کیا بتوں کو جھوٹا صرف مسلمانوں نے کہا؟ ایسی بات نہیں ہے اور بھی لوگ تھے جو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے مختلف مذاہب تھے' دنیا کا ہر مذہب وہاں موجود تھا' بت پرست بھی تھے اور ایسے بھی تھے جو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔ آگ کے پوجنے والے بھی تھے' ستاروں کے پجاری بھی تھے' فرشتوں کی پوجا کرنے والے بھی تھے' جنوں کے پوجنے والے بھی تھے' نجومیوں کے پجاری اور پرستار بھی تھے۔ یہودی بھی تھے' نصاریٰ بھی تھے' ان سب کی ایک جگہ گزرتی تھی۔ اگر ایک اور نیا مذہب درمیان میں آ گیا تو کیا فرق پڑتا اپنے طور پر عبادت کرتے رہتے نیا مذہب بھی اپنے طور پر عبادت کرتا رہتا۔ لیکن نئے مذہب نے مصیبت یہ کھڑی کر دی کہ کافرانہ سیاست کو ماننے سے انکار کر دیا' نئے مذہب نے کافرانہ معیشت کو ماننے سے انکار کر دیا' نئے مذہب نے کافرانہ عدالت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا معیشت بھی وہ ہو گی جو محمد رسول اللہ ﷺ عطا فرمائیں گے' سیاست کا انداز بھی وہ ہو گا جو حضور ﷺ فرمائیں گے اور عدل بھی وہ مانا جائے گا جو حضور ﷺ عطا فرمائیں گے۔ تمہارے کسی معاشی نظام کو' سیاسی ڈھانچے کو ہم قبول نہیں کرتے۔ یہ وجہ تھی کہ کفار کا ٹکراؤ مسلمانوں سے ہوا۔

اور آج آپ کچھ بھی کرتے رہیں کسی کو تکلیف نہیں ہوتی' نفاذ اسلام کی بات کریں تو امریکہ تک جا کر چبھن ہوتی ہے۔ ہم نے کبھی نہیں کہا کہ امریکہ میں اسلام نافذ کرو' ہمارا یہ مطالبہ نہیں کہ ہندوستان پہ اسلام نافذ کرو' ہم نے کبھی نہیں کہا کہ روس میں اسلام نافذ کرو' ہمارا کوئی مطالبہ نہیں کہ کسی یورپی ملک میں اسلام نافذ کرو' لیکن جس سرزمین کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اور جو ہماری سرزمین اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے' جو ہمارا گھر ہے' ہمارا ملک ہے کیا ہم اپنے گھر میں بھی اپنے عقیدے' اپنے نظریئے کے مطابق نہیں رہ سکتے اور ہمیں اپنے گھر میں کافر کی پسند کے مطابق رہنا ہو گا' تو کیا آپ اسے مسلمانی سمجھتے ہیں؟ ہم نے دراصل کافرانہ نظام سے سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ ہم بڑے بڑے انقلاب لاتے ہیں' بڑا انقلاب بپا کیا ہم نے پیپلز پارٹی کی حکومت بدکار تھی انہیں ہم نے بھگا دیا۔ ایک پولو کھیلتا تھا تو ...... دوسرا کرکٹ کھیلتا ہے مسلمان کو کیا فرق پڑا اور ایک عام آدمی کو اس غریب کو کیا حاصل ہوا جو پیپلز پارٹی کی لوٹ مار سے تنگ آ چکا تھا اس کے خون کا آخری قطرہ تو اس دفعہ کا بجٹ نچوڑ رہا ہے' جو کچھ انہوں نے لادا تھا عام آدمی پر اس میں سے بوجھ کسی نے کم نہیں کیا بلکہ آنے والے اس دفعہ نوید سنا رہے ہیں کہ دس سو کروڑ کے اور ٹیکس لگیں گے۔ کس لئے؟ تمہاری کرکٹ کی گراؤنڈیں بنانے کے لئے؟ تمہارے غیر ملکی دوروں کے لئے؟ تم لوگوں کی عیاشی کے لئے؟

کسی وزیر سے گاڑی نہیں چھینی گئی' کسی بڑے سے گھر نہیں چھینا گیا' پرائم منسٹر ہاؤس کی لگژری میں کوئی کمی نہیں کی گئی' کسی بڑے کی عیاشیاں کم نہیں ہوئیں' کسی لوٹنے والے سے لوٹ کا پیسہ واپس نہیں لیا گیا' کسی مجرم کا چالان تک نہیں کیا گیا۔ ملک کے سربراہ نے' صدر مملکت نے فرمایا کہ یہ لوگ لوٹ رہے ہیں ملک کو' یہ بدکار ہیں یہ ملک تباہ کر رہے ہیں اور یہ سارے مجرم ہیں اس لئے میں یہ اسمبلی توڑ رہا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ صدر کا کہہ دینا بہت بڑی شہادت ہے پھر اس بنیاد پر اس نے قدم بھی اٹھایا عمل بھی کیا اور اسمبلی توڑ دی' یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن وہ صدر کا حکم سپریم کورٹ میں چیلنج ہوا' سپریم کورٹ نے تین مہینے سارے دلائل سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ صدر نے صحیح کہا ہے' یہ لوگ چور ہیں' ڈاکو ہیں' مجرم ہیں' لٹیرے ہیں اور یہ حکومت توڑ ہی دینی چاہئے تھی تو سپریم کورٹ نے جو انہیں چور کہا' صدر نے بھی چور کہا لیکن موجودہ حکومت کہتی ہے ان کے خلاف کوئی ثبوت ہی نہیں ہے۔ کتنی مزے کی بات ہے کہ صدر کا کہنا بھی ثبوت کی حیثیت نہیں رکھتا' سپریم کورٹ کا فیصلہ بھی ثبوت کی حیثیت نہیں رکھتا تو پھر اس سے بڑا

ثبوت کوئی کہاں سے لا کر دے گا۔ جس سرزمین پر اتنے بڑے بڑے ظلم ہوتے ہوں اور ہضم ہو جاتے ہوں اور کوئی ان کے خلاف احتجاجی آواز بھی بلند نہ کرتا ہو تو آپ کا کیا خیال ہے اس پر رحمتیں نازل ہوں گی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے کہ اسے ظلم سے بچایا جائے اس کی مدد کی جائے ظالم کی مدد؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ظالم کو ظلم سے روک کر اس کی مدد کرو۔ روک دو اسے ظلم سے۔ تو یہاں تو کوئی ظلم کو روکنے والا نہیں یہاں تو ہر کوئی لوٹ میں حصہ دار بننے کی فکر میں ہے یہاں تو ہر شریف آدمی اس انتظار میں ہے کہ وہ قصیدہ پڑھ کر حکومت کا اس سے اس لوٹ میں سے وہ کتنا وصول کر سکتا ہے تو پھر اندازہ کیجئے کہ جب ہمارا قومی کردار ہی ایسا ہو گیا ہو تو ہم خواہ خود کو مسلمان کہتے رہیں' نتائج وہ مرتب ہوں گے جو ہماری بداعمالیوں پر ہونے چاہئیں۔ کوئی "جو" بیج کر انگور بیجنے کا دعویٰ کرتا رہے پیدا "جو" ہی ہوں گے اس کے کہنے سے انگور پیدا نہیں ہوں گے اس لئے کہ اس نے "جو" بوئے ہیں۔

پھر مزے کی بات یہ ہے کہ میرے اندازے کے مطابق میں نے جو ملک میں پھر کے دیکھا ہے' بات کر کے دوستوں سے لوگوں سے دیکھا ہے' تو میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ ہر پاکستانی یہ انتظار کر رہا ہے کہ یہ موجودہ حالت خراب ہے کوئی اسے بدل دے ہر بندہ یہ چاہتا ہے کہ کوئی آجائے' کوئی اس کو بدل دے۔ بھئی مکلف ہم ہیں اور کوئی کیسے بدل دے؟ کبھی آپ نے سوچا میرے حصے کا کھانا کوئی اور کھالے؟ میرے حصے کی نیند کوئی اور کرلے تو پھر یہ ذمہ داری میری ہے' آپ کی ہے' کوئی کیا کرے گا؟ ہم سے اللہ کریم پوچھیں گے ہم اگر کچھ بھی نہ کر سکیں تو ظلم کو ظلم تو کہہ دیں۔ اللہ کے بندو! ناجائز کو ناجائز تو کہو' غلط کو غلط تو کہو۔ کیا فرق پڑا' کونسی دشمنی ہے کسی کی بے نظیر بھٹو کے ساتھ یا اس کی پارٹی کے ساتھ' کوئی بھی نہیں بات تو صرف یہ تھی کہ ان کا کردار غیر اسلامی ہے اور آنے والوں کا کونسا اسلامی ہو گا بھئی۔ ہاں اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ یہ ان میں سے کچھ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں تو ان کی نمازوں کا اثر عام آدمی پر کیا پڑا اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا تو اس کی ذاتی ذمہ داری ہے نماز پڑھتا ہے تو اس کی ذاتی ذمہ داری ہے ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے ساتھ یا عام آدمی کے ساتھ اس کی جو ڈیلنگ ہے وہ کیسی ہے۔ عام آدمی کے ساتھ تو وہی ہو رہا ہے کہ لوٹنے والے اب بھی دندناتے پھر رہے ہیں کل کے اخبار میں بھی پڑھ رہا تھا وزیر اعظم صاحب کا ارشاد کہ ملک لوٹنے والے ملک لوٹ کر چلے گئے۔ کہاں چلے گئے؟ ابھی تک تو اس ملک سے تو کوئی باہر گیا نہیں یہیں بیٹھے ہیں اور اگر باہر چلے بھی جائیں تو ان لوٹنے والوں کا ایک ایک بنگلہ اسی اسی کروڑ کا ہے۔ ہم نے تو کبھی دیکھا نہیں آج تک کروڑ ہوتا کتنا ہے۔ اب یہ لوگ عجیب لوگ ہیں کہ انہوں نے ایک ایک گھر پر اسی اسی کروڑ لگا دیا کیا بنایا اس گھر میں اور پھر اس طرح کے کتنے بنگلے تو وہ جو آپ نے وہ نوبل چیف جو انہوں نے نکالا اس کے کتنے بنگلے وہ اخباروں میں بھی آئے تکبیر میں بھی آئے اسی اسی کروڑ کے گھروں کی تصویر آئی یعنی ایک گورنمنٹ سرونٹ ہے پانچ ہزار روپے تنخواہ پاتا ہے بنگلے کئی ہیں اور اسی اسی کروڑ کے ہیں اور سزا کیا دی پنشن ویسے ہی جانے والا تھا جی پنشن چلے جاؤ کمال ہے بھائی اگر یہی انصاف ہم کریں گے تو یہی رحمت برسے گی جو ہم پہ برس رہی ہے اب یہ نہ کہئے گا کہ اس کے ذمہ دار جی صرف حکمران ہیں اس کا ذمہ دار ہر وہ بندہ ہے جس نے حکمرانوں کو حاکم بننے کے لئے ووٹ دیا تو ساری صورتحال کا ہر وہ بندہ ذمہ دار ہے جس نے ووٹ دے کر ان کے ہاتھ میں اقتدار دیا۔

یہاں مصیبت یہ پڑی ہوئی ہے کہ شیعہ کو کوئی مار دو سنی کا سر کاٹ دو دیوبندیوں کو مسجد میں مت آنے دو بریلویوں کو درود شریف مت پڑھنے دو یہ اہل حدیث ہے وہابی ہے اس کا گھر جلا دو ارے میرے بھائی اگر کوئی غلط ہے تو آپ اپنے صحیح عمل سے ثابت کریں کہ تم غلط کر رہے ہو' میں صحیح کر رہا ہوں پھر بھی کوئی غلط کرنا چاہتا ہے تو آپ اس پر عقیدہ مسلط نہیں کر سکتے عقیدہ اختیار کرنا ذاتی فعل ہے انسان کا جس کی ہر بندے کو اللہ نے اجازت دی ہے۔ زندہ رہنے کا حق ہر بندے کو دیا ہے جیسا بھی ہے اگر اسے قتل کیا جائے گا تو اللہ کے حکم سے ورنہ اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی وہ لے سکتا ہے جس نے دی ہے جو زندگی دے نہیں سکتا وہ لے بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح عقیدہ رکھنے کا حق بھی ہر بندے کو دیا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جن لوگوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا حضور ﷺ نے زبردستی قبول نہیں کروایا کسی کا گھر جلانے کا حکم نہیں دیا کسی کو بلاوجہ ایذا دینے کا حکم نہیں دیا۔

لیکن انسانی معاشرے کا خون نچوڑنے والے' انسانیت پر مظالم توڑنے والے اور پورے ملک کو لوٹنے والے لوگ سب کے مجرم ہیں اور اگر ہم ان کے جرم میں شریک ہیں تو ہم سب مجرم ہیں۔ آدمی یا شریک جرم ہوتا ہے یا جرم روکنے والا ہوتا ہے درمیان میں کوئی تیسری جگہ نہیں ہے

پا تو ہم اپنے آپ کو یہ ثابت کریں کہ اپنی حیثیت کے مطابق زبان سے کہتے ہیں' اپنی حیثیت کے مطابق عمل سے اظہار کرتے ہیں اور ہم اس ظلم سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور ہم اپنا زور لگائے ہوئے ہیں کہ یہاں انصاف نصیب ہو ہر ایک کو' اگر نہیں تو پھر ہم اس ظلم میں حصے دار تو ہیں اور ظالم کبھی نہ چین کی زندگی گزار سکتا ہے نہ آرام کی نیند سو سکتا ہے۔ سو میرے بھائی! افسانوں کی زندگی سے نکلئے! ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تبلیغی چلہ لگا لیا تو جنت ہماری ہو گئی یا ہم نے کچھ وظیفے پڑھ لئے تو اللہ راضی ہو گیا' ہم نے چار سجدے دے لئے تو ہم ولی اللہ ہو گئے حق بات یہ ہے کہ جب تک ہم اللہ کی عظمت کو عملاً" قائم کرنے کے لئے جدوجہد نہیں کرتے یہ ساری محنت اکارت جائے گی اس لئے کہ یہ تبلیغ ہو یا ذکر اذکار ہوں یا نمازیں ہوں یا روزے ہوں یا عبادات ہوں' یہ عبادات بالکل ویسی ہی ہیں جیسی فوجی کی ٹریننگ کی جاتی ہے آدمی جب فوج میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لئے وردی پہننا' وقت پر جاگنا' پریڈ کرنا' ہتھیار سیکھنا یہ سارا اس کے لئے اس کے فرائض میں شامل ہو جاتا ہے تاکہ ضرورت پڑے تو میدان کارزار میں وہ کام آسکے اور ہتھیار استعمال کر سکے۔ یہ نماز روزہ عبادات اذکار تبلیغیں یہ وہی فوجی پریڈ ہے کہ ایک ایک مسلمان کو احکام شرعی کا پتہ بھی ہو اللہ کے ساتھ اس کا رشتہ بھی ہو اور اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کے کام آسکے اب ایسی فوج جو ہمیشہ P.T' پریڈ تو کرتی رہے لیکن میدان کا رخ نہ کرے اس فوج کو کون فوج کہے گا۔

پچاس برس تو ہو گئے پاکستان بننے کے بعد اب تیسری نسل میدان عمل میں ہے اور دس سالوں تک خال خال کوئی بندہ رہ جائے گا جس نے پاکستان بنتے دیکھا ہو گا اب بھی جو ہیں باقی وہ ساٹھ سے اوپر جا رہے ہیں کب تک جی لیں گے اور جئیں گے تو فاطر العقل ہو چکے ہوں گے پھر تو کوئی چشم دید گواہ بھی اس کا نہیں رہے گا اور اب آنے والے یہ پوچھتے ہیں کہ وہی عدالتی نظام ہندوستان میں ہے وہی سیاسی نظام ہندوستان میں ہے وہی معاشی نظام ہندوستان میں ہے تو آخر آپ نے یہ لاکھوں لوگوں کا خون کیوں کروایا؟ مل کر رہ لیتے۔ اگر نظام وہی ہونا تھا تو پھر کیا ضرورت تھی یہ اتنا تکلف کرنے کی کہ لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے ہزاروں عصمتیں لوٹی گئیں اور لاکھوں بچے اور لاکھوں بوڑھے لاکھوں جوان تہہ تیغ ہوئے تو حاصل کیا ہوا بلکہ بڑی مزے کی بات یہ ہے کہ ہندوستان میں اس قانون پر پاکستان سے بہتر عمل ہو رہا ہے ہندوستان کا بڑا مضبوط وزیراعظم تھا نرسیما راؤ اس کے ذمے کوئی ایک لاکھ ڈالر کا غالباً" اس وقت ڈالر 35 روپیہ کا تھا۔ 35 لاکھ روپے کے غبن کا جھگڑا بنا اسے وزارت عظمیٰ بھی چھوڑنا پڑی اور ایک عام اے سی کی عدالت نے اسے گھسیٹا اے سی نے' اسسٹنٹ کمشنر نے اسے بند کر دیا تین دن حوالات میں رہا کسی نے چوتھے دن ضمانت لی تین دن ضمانت نہیں ہو سکی اور ابھی تک اس مقدمے میں وہ اسے گھسیٹے پھر رہے ہیں تو یہ کافرانہ قانون ہندوستان میں اس ملک کی نسبت بہتر ہے کہ وہاں اس نے وزیراعظم کو بھی 35 لاکھ کے عوض پکڑ لیا۔ یہاں 35 ارب جو کھا گئے کوئی ان کا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا قانون ان کے دروازے پر سے سلام کر کے گزر جاتا ہے۔ تو یہ جو کافرانہ نظام ہے یہ اس ملک کی نسبت وہاں بہتر چل رہا ہے اگرچہ وہاں بھی ظلم ہے اور ظلم ہی ہو گا جب نظام ہی ظالمانہ ہے تو ظلم ہی ہو گا لیکن یہاں تو ظلم بھی بے تحاشا کیا جاتا ہے اب کوئی مسجد محفوظ نہیں ہے کوئی عبادت گاہ محفوظ نہیں ہے کوئی گھر محفوظ نہیں ہے تو آخر کس کام کی ہے حکومت اور کتنے مزے کی بات ہے کہ اس حال میں بھی اس ملک کے وزیراعظم کے لئے کرکٹ گراؤنڈ بن رہے ہیں اتنی فرصت اس کے پاس ہے کہ مری جا کر انجائے کرے یا کرکٹ گراؤنڈ میں کرکٹ کھیلے۔ چودہ کروڑ لوگوں کی قسمت ڈوب رہی ہے' سات کروڑ خواتین اور سات کروڑ بندے عذاب الٰہی میں گرفتار ہیں اور جسے سلطنت کا تاج پہنایا ہے وہ کرکٹ کھیلنے گئے ہیں اور نادر شاہ یا تانا شاہ کس کو کہتے ہیں اور اس نادر شاہی اور اس تانا شاہی کے' میں اور آپ ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم نے وہاں انہیں اوپر پہنچایا ہے' ہم نے ووٹ دیئے ہیں' ہم نے رائے دی ہے پھر ہم ہی شکایت کرتے ہیں۔

تو میرے بھائی یہ تو ایک فطری اور قدرتی پھل ہے اس درخت کا اللہ کریم نے فرمایا ومن اعرض عن ذکری جس نے میری یاد فراموش کر دی یہاں ذکر سے مراد وہ یاد ہے جو ہر قدم اٹھاتے وقت قدم کو سنبھلنے پہ مجبور کر دے اللہ کا نام دل میں ایسے رچ بس جائے کہ کوئی کام بھی کرنے لگے تو فوراً" خیال آئے کہ اس سے اللہ کریم ناراض تو نہیں ہونگے اگر اللہ کی ناراضگی کا کام ہو تو قدم رک جائیں ہاتھ رک جائیں یہ مراد ہے من اعرض عن ذکری جس نے میری یاد سے منہ موڑا اپنی پسند کے کردار اپنی پسند کے اعمال اپنی مرضی کی زندگی گزارنا شروع کی
فان له معیشته ضنکا تو پھر سن لو یقیناً" اس کی زندگی اس کے لئے وبال بن جائے گی آج ہم اسی وبال کا شکار ہیں۔ ہمارے لئے جینا ایک مصیبت بن گیا ہے لیکن یاد رکھو ہمارے سامنے اب بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا دروازہ کھلا ہے۔ باب توبہ بند نہیں ہوا ہم اب بھی اس لمحے اللہ سے یہ عہد کریں کہ اے اللہ میں

قربانی کا فلسفہ

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان
لاہور۔ 26-3-99

خلوص دل سے تیری اور تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کروں گا تو وہ ایک لمحہ زندگی بھر کی خطائیں معاف کرانے کے لئے کافی ہے لیکن وہ لمحہ جو واقعی ہماری زندگی کا رخ موڑ دے' ہمارے کردار کا رخ موڑ دے او لوگو! اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت میں پناہ موجود ہے اور دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے حکمرانوں کے لئے بھی۔ یہ خواہ مخواہ ریشہ دوانیاں کرتے ہیں حیلہ سازیاں کرتے ہیں اور فضول کرکٹ کی پچ بنوا رہے ہیں میاں نواز شریف۔ ظلم کی حکومت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی اب ظلم اتنا بڑھ گیا ہے کہ انہیں بھی شاید اس پچ پر کھیلنے کی زیادہ فرصت نہیں ملے گی سوائے اس کے کہ تائب ہو کر اللہ کی اطاعت کا راستہ اپنائیں اگر نہیں اپنائیں گے تو جنہوں نے پولو گراؤنڈ بنوایا تھا وہ پولو نہیں کھیل سکے تو یہ بھی کرکٹ گراؤنڈ بنوا کر وہاں کرکٹ نہیں کھیل سکیں گے اور ظلم کی اعانت میں ہمیں بھی کوئی فائدہ نہیں ہے .... اللہ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور جرات عطا فرمائے کہ ہم حق کا ساتھ دے سکیں اور حق کو حق کہہ سکیں ظلم کو ظلم کہہ سکیں اور توفیق عطا فرمائے کہ اس سرزمین سے ظلم کو مٹا کر عدل کی حکومت قائم کر سکیں۔ ہم آنے والی نسلوں کے لئے جائیدادیں بناتے ہیں' بنک بیلنس بناتے ہیں' ان کی سہولت کے لئے اچھے اچھے گھر بناتے ہیں لیکن اگر ہم انہیں کچھ نہ دیں صرف اسلام کی حکومت' عدل وانصاف کی حکومت' محمد رسول اللہ ﷺ کا دین' اللہ کا دین دے جائیں تو ہم نے انہیں دونوں جہاں دے دیئے' اور اگر دین نہیں دے سکے تو پھر انہیں کچھ بھی نہیں دیا۔

میرے بھائی اپنی اپنی زندگی پر غور کرو اپنے

بقیہ صفحہ نمبر 64 پر

کسی شاعر نے ایک مصرعہ کہا اور بہت خوب کہا مجھے پورا شعر یاد نہیں ہے لیکن وہ مصرعہ اکثر زبان پہ آجاتا ہے کہ

عید قربان است می خواہم کہ قربانت شوند

وہ اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ عید قربان آئی ہے اور میرے پاس سب سے بڑی قربانی میری اپنی ذات ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ پر نثار کر دوں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ کے اولوالعزم رسول اور ایسے رسول جنہیں اللہ' مثالی نبی' مثالی انسان ارشاد فرماتا ہے' جد امجد ہیں' محمد رسول اللہ ﷺ کے' امین تھے نور محمدی ﷺ کے اور اطاعت الٰہی میں ثبات اللہ نے انہیں عطا فرمایا یوں تو ہر نبی استقامت کا پہاڑ ہوتا ہے لیکن جو استقامت رب جلیل نے انہیں عطا فرمائی اس کا معیار یہ ہے کہ اللہ فرماتے ہیں میں نے انسانوں میں سے ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا ہے۔

واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا" اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی دوستی کے لئے چن لیا۔ سارے نبی اللہ کے دوست ہیں' ولی اللہ سے مراد اللہ کا دوست ہوتا ہے لیکن کسی کو اپنی دوستی کے لئے چن لینا اس ذات کریم کا' یہ ایک الگ بات ہے۔ ہوش سنبھالا تو لوگوں کو سورج کو' چاند کو' بتوں کو' سجدہ کرتے پایا۔ رات تھی' چاند کو دیکھا' کہا ٹھیک ہے! لوگ کہتے ہیں تو پھر یہ معبود ہوگا۔ ہر طرف تاریکی ہے' یہ روشن ہے۔ ڈوب گیا' فرمایا! جو خود اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا وہ معبود یا خالق کیسے ہو سکتا ہے۔ عبادت کا استحقاق اسے کیا ہے؟ دوسروں کو کیسے قائم رکھے گا جو اپنی ذات کو نہیں رکھ سکتا۔ یا سورج نکلا' چاند سے بڑا ہے' ڈوب گیا' فرمایا! وہی بات کہ اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ دراصل ایک راستہ تھا راہنمائی کا۔ ایک ننھا منھا بچہ جسے آگے چل کر خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بننا تھا' بچپن کے دنوں میں بھی کیسے عجیب انداز سے رہنمائی فرما رہا ہے۔ ابھی نبی معبوث نہیں ہوا' کار نبوت انجام دے رہا ہے تو جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی' ایک فرد تن تنہا..... خاندان سے لیکر حکمران تک اور محلے کے دوستوں ساتھیوں سے لیکر سرکاری حکام تک سب کے ساتھ ایک فرد واحد کو' ایک اللہ کے بندے کو ٹکر لینا پڑی اور اللہ کے بھروسے پر لی۔ آپ علیہ السلام کے سوال وجواب قرآن حکیم نے نقل فرمائے ہیں اور قرآن گواہی دیتا ہے۔

فبھت الذی کفر - لاجواب نہیں مبہوت کر دیا نمرود کو۔ لاجواب ہونا تو اور بات ہے' نمرود کو مبہوت کر دیا۔ نمرود نے حکم دے دیا آپ علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کا' مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنے کے لئے جو آگ جلائی گئی اس کے لئے میلوں تک لکڑی جمع کی گئی تھی جس سے الاؤ دہکایا گیا تھا اور اس کے قریب کوئی جا نہیں سکتا تھا اب سوال یہ تھا کہ انہیں آگ میں پھینکیں کیسے کیونکہ میل میل ڈیڑھ میل دور اس کی تپش آتی تھی جو کسی کو آگے جانے نہیں دیتی تھی تو ابلیس نے انسانی

صورت میں آکر انہیں سمجھایا کہ تم ایک ایسا بہت بڑا اونچا جھولا بناؤ اور اس میں اس طرح کی گرہیں دو اور اسے زور زور سے ہلاؤ جب وہ پورے زور سے اس طرف جائے تو گرہیں کھول دو' اس زور میں یہ شخص آگ میں جاگرے گا۔ اب انہیں بے دست وپا کر کے لباس مبارک اتار لیا۔ عجیب بات ہے' آگ میں تو ویسے ہی جل جانا تھا اور کسی بھی باحیا کے لئے اسے بے لباس کرنا کتنی اذیت کا سبب ہوتا ہے اور نبی سے بڑھ کر باحیا کون ہو گا' اذیت دینے کے لئے بے لباس کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میدان حشر میں لوگ اٹھیں گے تو کفن گل چکے ہوں گے' لیکن سب سے پہلے جسے لباس عطا ہو گا وہ ابراہیم خلیل اللہ ہوں گے۔ تو ہاتھ پاؤں مبارک باندھ دیئے اب وہ اسے ہلانے لگے ہیں تو مفسرین کرام لکھتے ہیں ملائکہ نے گزارش کی بار الہا! تو بڑا بے نیاز ہے' تیری عظمت تو ہی جانے' تیری باتیں تو خود ہی سمجھے' لیکن ایک کافر جو خود کو تیرا ہم پلہ کہلواتا ہے' لوگوں کو مجبور کرتا ہے کہ اس کو دنیا معبود مانے' ایک ایسا سخت کافر اور تیرے خلیل علیہ السلام کو آگ میں پھینک رہا ہے' یہ ظلم تو ناقابل برداشت ہے' ہمیں اجازت دے تاکہ ہم حاضر ہو کر ان کی مدد کریں۔ ارشاد ہوا!! ابراہیم علیہ السلام سے جا کر پوچھ لو' اگر اجازت دیں تو جو جو کچھ ہو سکتا ہے کرو' بچالو انہیں۔ جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے' اب وہ کافر جھولا جھولا رہے ہیں آگ میں پھینکنے کے لئے' اسے تیز سے تیز تر کر رہے ہیں۔ سلام کے بعد عرض کیا کہ ہم نے بارالٰہی سے اجازت چاہی تھی' بارگاہ الٰہی سے تو ہمیں حکم ہوا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو جھولے سے اٹھالیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا! جبرائیل' اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ وہ مجھے آگ میں پھینک رہے ہیں' دیکھ رہا ہے' بچا سکتا ہے' ہر چیز پہ قادر ہے' تو پھر تم کیوں آئے ہو؟ وہ جانتا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ مجھے آگ میں پھینکا جا رہا ہے وہ مجھے بچانے پہ قادر ہے' وہ نہیں بچانا چاہتا تو پھر مجھے جل جانے دو' تم درمیان میں کیوں آئے ہو' تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ایسا بے نیاز ہے اس نے وہ برکت رکھ دی ان کے وجود مسعود میں آگ کے لئے وہ باعث رحمت بن گئے۔

قلنا یانار کونی بردا۔ اے آگ ساری عمر جلاتی رہی ہے اب ٹھنڈی ہو جا۔ آپ نے جلانے والی بجلی سے ایئر کنڈیشنڈ بنایا جو ہوا کو' کمرے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے' ان کے لئے اللہ نے اس تپتے ہوئے دوزخ کو ایئر کنڈیشنڈ ہونے کا حکم دے دیا اور ابراہیم علیہ السلام کا وجود مبارک جس جگہ گرا تو گردا گرد جتنے درخت جل رہے تھے' سوکھی لکڑیاں چیخ رہی تھی' ہر درخت اپنی اصلی حالت پہ آگیا اور سرسبز و شاداب ہو کر کھڑے ہو گئے پھل آگئے پھول آگئے اور ایک ایسا خوبصورت باغ بن گیا ہر درخت اپنی اصل حالت کو واپس لوٹ گیا۔ یہ ایک کیفیت تھی وجود ابراہیم علیہ السلام میں اس مقام فنافی اللہ کی جو ان کی شان کے مطابق تھا۔ اس کو فنا کہتے ہیں تاکہ میرے اور میرے رب کے درمیان تمہیں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالات' اسباب' حکومت' طاقت سب کچھ خلاف ہے اور بہت بڑا دوزخ دہک رہا ہے اور زندہ پھینکنے کو ہیں اور فرماتے ہیں' وہ جانتا ہے' وہ دیکھ رہا ہے' تمہیں درمیان میں آنے کی ضرورت نہیں۔ اسی کو فنافی اللہ کہتے ہیں۔ اب یہ ایک کیفیت تھی اس کی برکات جو آخرت میں جو عنداللہ ہونگی اور ان کا اپنا مقام ہے لیکن جو فوری طور پر دنیا میں ان کا ظہور ہوا وہ یہ تھا کہ جلتی چیختی لکڑیاں سرسبز وشاداب درخت بن کر کھڑی ہو گئیں اور دوزخ ایک باغ میں تبدیل ہو گیا۔

اسی پر بس نہیں ہوئی آپ علیہ السلام کو ہجرت کرنا پڑی' راستے میں حکمرانوں سے سابقے پڑے' لمبی داستان ہے' عمر بیت گئی ہر جگہ اعلائے کلمۃ الحق کہتے' کوئی اولاد نہیں تھی آخری عمر میں اللہ نے اسماعیل علیہ السلام جیسا بیٹا دیا۔ فرشتوں نے آکر خوش خبری دی کہ اللہ آپ علیہ السلام کو بیٹا دے گا تو ان کی بیوی نے اس طرح منہ پہ ہاتھ رکھ کے کہا کیسی بات کرتے ہو

انا عجوز عقیم میں تو ایک بے اولاد عورت ہوں ایسی بے اولاد کہ جس کی صحت مند ہونے کی کوئی امید نہیں عمر گزر چکی ہے بڑھاپا ہے اور میرے میاں بڑھاپے کے ہاتھوں لرز رہے ہیں اور تم ہمیں خوشخبری دیتے ہو بیٹوں کی۔ انہوں نے کہا بی بی تیرے رب کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے اس نے ہمیں حکم دیا ہم نے آپ کو بات پہنچائی۔ اب اندازہ کیجئے کہ اس ساری عمر کی بے شمار آزمائشوں امتحانوں کے بعد اس بڑھاپے میں ایک بیٹا نصیب ہوا اور وہ بیٹا عام بیٹا نہیں تھا۔ اللہ کا وہ رسول تھا جو امین تھا نور محمدی ﷺ کا۔ جد امجد تھا محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ پہلی بات تو اللہ نے یہ فرمائی کہ بھئی اس بیوی کو بھی اور بیٹے کو بھی وہاں چھوڑ آؤ جہاں میرا گھر ہوا کرتا تھا۔ طوفان نوح میں بیت اللہ منہدم ہو گیا تھا تب سے صرف بنیادیں تھیں اور ان پر بھی مٹی جم گئی تھی' بظاہر سمجھ نہیں آتی تھیں حکم دے دیا فرشتہ رہنمائی کرتا رہا آپ علیہ السلام چلتے رہے وہاں جا کر چھوڑ آئے۔ واپسی پہ دعا کی کہ یااللہ

انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع۔ اللہ میں تو ویرانے میں چھوڑ کر جا رہا ہوں اماں ہاجرہ نے اتنا ہی پوچھا کہ ابراہیم علیہ السلام یہ ایک ننھی سی جان میں ضعیف عورت

جنگل بیابان یہاں تو کوئی پرندہ بھی نہیں' اس کا مطلب ہے قریب کہیں پانی بھی نہیں چونکہ صحرا میں جہاں پانی ہوتا ہے تو دوچار کوس کے اندر پرندے اڑتے نظر آتے ہیں۔ یہاں تو کوئی پرندہ بھی اڑتا نظر نہیں آتا تو اس کا مطلب ہے میلوں تک پانی نہیں ہے' کچھ کھانے کو نہیں ہے' ایک مشکیزہ پانی اور مٹھی بھر جو کے سہارے آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ کوئی بندہ نگہبان نہیں ہے' ویرانہ ہے' درندے ہوتے ہیں صحرا میں۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ بی بی ہاجرہ نے کہا پھر ہمیں کوئی شکوہ نہیں۔ اور کسی اور کے سنبھالنے اور تحفظ کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ سب جانتے ہیں کس طرح پھر وہاں چشمے پھوٹے' آب زم زم نکلا' قیامت تک لوگ سیراب ہوتے رہیں گے اس سے۔ اور وہ بے تابی جو اس خاتون کو لاحق ہوئی اور جس بے تابی سے وہ ان پہاڑوں کے درمیان دوڑیں اور جس طرح پہاڑوں پہ چڑھیں اب ایک کیفیت ہے فرمایا

ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ یہ اللہ کی عظیم نشانیاں بن گئی ہیں دونوں پہاڑیاں۔ ان پر میری ایک مقرب بندی' ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ' اسماعیل علیہ السلام کی والدہ' نور محمدی ﷺ کی امین' ایک بیتابی سے' ایک خاص کیفیت کے زیر اثر غیر ارادی طور پر دوڑی تھیں۔ وہ دوڑنا مجھے ایسا پسند آیا کہ میں نے قیامت تک حکم دے دیا کہ جس کی رسائی یہاں تک ہو سکے یہاں آئے اور ان پہاڑوں کے درمیان دوڑے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ آقا نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی وہاں دوڑ رہے ہیں اور کسی کی تو بات ہی کیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اگر اماں ہاجرہ اسے نہ روکتیں' زم زم کا معنی ہے ٹھہر جا ٹھہر جا۔ پانی بہت ابلا اور بہنے لگا' انہوں نے پانی کے گرداگرد ریت کی بنھی سی بنائی اس سے جب Flow Over کرنے لگا تو انہوں نے فرمایا زم زم ٹھہر جا رک جا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کاش! اماں اسے نہ روکتیں تو یہ جہان کو سیراب کر جاتا اور وہ صرف پانی نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ فرماتے ہیں دنیا کا کوئی مرض ہو زم زم پیو اور اتنا پیو جتنا پیٹ میں آتا ہے پیتے رہو ٹھیک ہو جاؤ گے۔ جتنا زیادہ سے زیادہ پی سکتے ہو پیو مرض ٹھیک ہو جائے گا۔ امریکہ نے اس پہ ریسرچ کی ہے اور اس کی عجیب رپورٹ آئی ہے پھر انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ سعودی حکومت کو مطمئن کیا جائے کہ جناب یہ پانی جو ہے اسے ٹریٹ ہونا چاہئے اسے صاف کیا جانا چاہئے جو زم زم اب آپ کو ہمیں ملتا ہے وہ امریکن ٹریٹڈ ہے اس میں ایسے پلانٹ لگا دیئے گئے ہیں جو اسے عام پانی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہاں مجھے ایک ڈاکٹر بتا رہے تھے دوست تھے ایک بوڑھا عرب میرے پاس آیا اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں زم زم پی لیا کروں میری صحت کے لئے مضر تو نہیں میں نے اسے کہا تمہیں نقصان دے گا۔ تم نہ پیا کرو میں نے اسے کہا' ظالم! تم نے ایسا کیوں کہا؟ اس نے کہا ظالم مجھے نہ کہو ظالم تو وہ ہے جسے محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یہ ہر مرض کی دوا ہے اور وہ مجھ سے پوچھنے آتا ہے کہ میڈیکلی ٹھیک ہے تو میں نے کہا کہ تمہارے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ اگر تمہیں نبی رحمت ﷺ پہ اعتماد نہیں ہے تو میں تو تمہیں اعتبار نہیں دلا سکتا تمہیں فائدہ نہیں ہو گا۔ بہرحال وہ بات اور تھی۔

اماں ہاجرہؓ کا پہاڑوں میں بے تابی سے دوڑنا اللہ کو ایسا پسند آیا کہ اس نے امت مرحومہ پہ حج فرض کر دیا۔ اگر توفیق ہو' اگر وہاں پہنچ سکے' وہ بندہ جسے اسباب مہیا ہوں وہاں جائے اور وہاں دوڑے تو حج ہے۔ اس گھر کا طواف کرے جو انہوں نے بنایا تھا جو اللہ نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے تعمیر کروایا تھا' وہاں دوگانہ ادا کرے جہاں ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا

واتخذوا من مقام ابراھم مصلی ولیطوفوا بالبیت العتیق۔ اس کے گرد دیوانوں کی طرح دوڑو گھومو چکر لگاؤ اس کے گرد طواف کرو۔

اسی کا ایک اور رکن ہے قرآن کریم بتاتا ہے فلما بلغ معه السعی جب اسماعیل علیہ السلام اس قابل ہوئے کہ باپ کے ساتھ چلتے تھے دوڑتے تھے تو ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ میں اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ اب ابراہیم علیہ السلام تو باہر تھے وہاں خواب دیکھا تو تشریف لے گئے مائی ہاجرہ کے پاس۔ بی بی سے بات نہیں کی حالانکہ عظمت کا پہاڑ تھیں وہ خاتون' ان سے بات نہیں کی اس لئے کہ وحی الٰہی کو سمجھنا کسی نیک اور پارسا کا کام نہیں ہے نبی کا کام ہے۔ وحی سمجھنا صرف نبی کا منصب ہے' نبی کے سمجھانے سے دوسرا سمجھتا ہے خواہ کتنے مقام کا حامل ہو۔ اماں ہاجرہ نبی نہیں تھیں ان سے بات نہیں کی۔ انہیں کہا! اسماعیل علیہ السلام کو نہلاؤ دھلاؤ اس کے کپڑے تبدیل کرو ہم باپ بیٹا باہر چلتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی دیر بعد تشریف لے جاتے تھے ملنے کے لئے۔ اماں ہاجرہ نے کہا جی آج تو بڑا ان کے پاس وقت نکل آیا اسماعیل علیہ السلام کے لئے۔ انہوں نے نہلایا دھلایا تیار کیا جو لباس میسر تھا پہنایا' ساتھ لے کر چل پڑے منیٰ کی طرف۔ اب راستے میں اسے کہتے ہیں یبنی بیٹا انی اری فی المنام مجھے

ایک خواب آیا ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے انی اذبحک فانظر ماذا تری میں نے خواب یہ دیکھا ہے کہ میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں۔ اب اس میں تمہاری رائے کیا ہے؟ تم کیا سمجھتے ہو' یہ بات کیسی ہے' فانظر ماذا تری اس پہ غور کرو آپ کی سمجھ میں کیا آتا ہے۔ بچہ تھا' لیکن اولوالعزم رسول تھا' کمالات رسالت تو اس میں موجود تھے ...... ایک تناور درخت بنتا ہے اس کا بیج ایک اتنی سی گٹھلی ہوتی ہے اس بیج کے اندر وہ تناور درخت موجود ہوتا ہے' اس طرح نبی مبعوث ہوتا ہے تو اعلان نبوت کرتا ہے' لیکن فطری طور پر' تخلیقی طور پر وہ کمالات اس کے وجود کا حصہ ہوتے ہیں۔ وہ فرما رہے ہیں انی اری فی المنام بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے اور اسماعیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں

یابت افعل ماتومر۔ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے آپ کو جو خواب دکھایا گیا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور اس میں مشورے کی گنجائش نہیں ہے افعل ماتومر جو حکم دیا گیا ہے وہ آپ کر گزریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھ سے مشورہ کیوں کر رہے ہیں؟ آپ کا خیال ہوگا کہ میں بچہ ہوں' میں چیخوں گا چلاؤں گا ...... نہیں! ستجدونی ان شاء اللہ من الصبرین میں تڑپوں گا نہیں اس لئے کہ میں بھی نبی ہوں اگر آپ ذبح کر سکتے ہیں تو میں ذبح ہو سکتا ہوں۔

اب اس کی عجیب قدرت ہے ایک لمحے میں فرماتا ہے کذالک نری ابرھم ملکوت السموات والارض۔ میں نے ابراہیم کو سارے زمین و آسمان کھول کر دکھا دیئے اب یہاں نہ ابراہیم علیہ السلام کو پتہ ہے کہ واقعی ذبح ہونا ہے یا نہیں' نہ اسماعیل علیہ السلام کو پتہ ہے کہ مجھے ذبح ہونا ہے یعنی دونوں کو یقین ہے کہ ذبح ہونا ہے اور ذبح کرنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری نکالی' آنکھوں پہ پٹی باندھ لی۔ اسماعیل علیہ السلام کی آنکھوں پہ پٹی باندھی' لٹا دیا۔ بسم اللہ اللہ اکبر چھری چلائی۔ فوارے ابلے خون کے' ذبح کر دیا۔ انسان تو انسان ہوتا ہے اور انبیاء علیھم السلام بھی انسان ہوتے ہیں۔ گرمی' سردی' دھوپ' بھوک' نیند سب کچھ ہوتا ہے' اس طرح اولاد کی محبت ان میں بھی ہوتی ہے۔

نبی علیہ السلام کے لخت جگر کا وصال ہوا اور گود میں آپ ﷺ نے رکھے ہوئے تھے اور اشک مبارک ٹپ ٹپ گر رہے تھے تو کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ رو رہے ہیں۔ فرمایا' ہاں! میں بھی انسان ہوں مجھے بھی محبت تھی اس سے۔

تو آپ علیہ السلام نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ اب خود ہی سب کچھ سنبھالنا بھی تو ہے۔ بیٹا تو کٹ گیا اب اسے سنبھالنا بھی ہے' دفن بھی کرنا ہے' لیکن جب آنکھ کھولی تو حیران ہو گئے یہ دیکھ کر کہ اسماعیل علیہ السلام تو ادھر کھڑے ہیں اور دنبہ ایک کٹا پڑا ہے۔ تو پریشان ہو گئے کہ میں نے کیا کیا تھا یہ ہو کیا گیا۔ یہ کوئی مجھ سے قصور ہوا' کیا بات ہوئی تو فوراً" آواز آئی۔ قد صدق الرءی ابراہیم گھبراؤ نہیں تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ یہ میری مرضی کہ میں نے اسماعیل کو بچا لیا اور جنت سے دنبہ بھیج کے آپ کی چھری کے نیچے رکھ دیا۔ یہ میری مرضی لیکن آپ کو جو حکم دیا گیا تھا آپ کر گزرے اور جو کیفیت اسماعیل کا گلا کاٹنے پہ' جو خلوص جو ہمت جو استقامت جو تعلق باللہ آپ کو نصیب تھا اس پہ جو برکات جو رحمت کا ایک سیلاب امڈنا تھا وہ آپ کو نصیب ہو گیا۔ آپ نے منزل پالی۔ اب اس بات کو ہی بھول جایئے کہ اسماعیل علیہ السلام کی گردن کٹی یا دنبے کی یہ میری مرضی۔

جب نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو اللہ نے جہاں اور بے شمار انعامات اس امت کو دیئے ان میں یہ انعام بھی تھا کہ تم نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی' نہ تم نے جلاوطنی دیکھی' نہ تم نے وہ بھوک پیاس دیکھی' نہ تمہارا کوئی ننھا بچہ سسک رہا ہے' تڑپ رہا ہے' نہ تم صحرا میں اکیلے ہو' لیکن بطفیل محمد رسول اللہ ﷺ میں تم پہ احسان کرتا ہوں کہ صفا اور مروہ پہ دوڑو' کعبے کا طواف کرو تو وہ برکات جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بی بی ہاجرہ نے اسماعیل علیہ السلام کے تڑپنے اور بے تابی سے بھاگ کر لی تھیں یار تم بھاگو تو سہی میں تمہیں مفت دیتا ہوں۔ یہ صفا مروہ میں بھاگنا پاگل پن نہیں ہے' وہ ایک کیفیت ہے بے تابی کی' وہ ایک کیفیت ہے قرب کی' وہ ایک کیفیت ہے ایک تو ہوتی ہے اللہ کی بخشش' اس کی بخشش ناپید اکنار ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں جسے چاہے بخش دے اس نے خود کہہ دیا میں کافر کو نہیں بخشوں گا اگر وہ بخشنا چاہے تو اسے کوئی روک تو نہیں سکتا اس کا اپنا فیصلہ ہے۔ کافر کے بعد ایماندار کتنا بھی گناہ گار ہے میں اور آپ اسے مایوس نہیں کر سکتے۔ ہماری کیا جرات ہے وہ کریم ہے اور اس کی بخشش کی وسعت کے سامنے گناہوں کی کیا حیثیت ہے' وہ جسے چاہے بخشے۔ بخشش اور بات ہے اور اللہ کا قرب اور قربت ایک اور بات ہے۔ ان پہاڑوں کے درمیان دوڑنے میں صرف بخشش یا ثواب نہیں ہے' ایک کیف ہے قرب الٰہی کا' کسی کو نصیب ہو تو اس کی قیمت لیکن اگر کوئی محض رسم ادا کرتا رہے کرتا رہے۔ چونکہ نیکیوں کی نقل بھی بابرکت ہوتی ہے' وہ بھی ضائع نہیں جاتی لیکن حق یہ ہے کہ صفا اور مروہ میں دوڑے تو وہ کیفیت اخذ

رنے کی کوشش کرے۔ وہ اسماعیل علیہ السلام کو بھٹکا چھوڑ کر بھاگنے والی ہاجرہ نے کی۔ اسی طرح یہ قربانی کی عید بھی عطا کر دی۔ تم کہیں ہو اگر بیت اللہ پہنچ گئے تم نے طواف کر لیا تم نے صفا مروہ کر لیا تم منیٰ آ گئے تم عرفات آ گئے پھر ایک قربانی تو فرض ہے اور وہیں کرو جہاں ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی تھی۔ اور تم جہاں کہیں رہتے ہو جانور کی گردن کاٹ کر وہ کیفیت پاؤ جو ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کی گردن پہ چھری رکھ کے پائی تھی۔ اور اگر بیت اللہ نہیں پہنچے تو جہاں ہو دنیا کے کسی حصے میں ہو...... اب دیکھیں اس کی رحمت کی وسعت کہ میں تمہیں محروم نہیں کرنا چاہتا تم جہاں بھی ہو [illegible] آئے اس ملک میں جو وہ تاریخ آئے اس شہر میں جب وہ دن آئے اس لمحے کو یاد کرو اس داستان کو ذہن میں لاؤ اس فکر کو دل میں لاؤ اور میرے نام پہ میری راہ میں...... فرمایا!

اللہ کو قربانی کے جانوروں کا گوشت نہیں پہنچتا نہ اسے خون چاہئے بلکہ اسے وہ کیفیت ایثار کی اطاعت کی بندگی کی اور اللہ کے قرب کے طلب کی وہ کیفیت وہ بے قراری چاہئے ا میری راہ میں جانور ذبح کرو میں تم پہ ان انوارات کی بارش کروں گا جو میں نے ابراہیم پہ تب کئے تھے جب اس نے ضعف پیری میں اسماعیل جیسے بیٹے کی گردن پہ چھری رکھی تھی۔

[illegible] اس کی عطا ہے اس کا فضل ہے وہی [illegible] سکتا ہے میں نے یہ سارا وقت آپ کا اس لئے لیا کہ آپ کو بتاؤں کہ قربانی ایک عمل ہے جس سے جانور کو [illegible] اللہ کی راہ میں ذبح [illegible] سے مذکورہ کیفیت نصیب ہوتی ہے [illegible] ہمارے ہاں ایک روشن خیال قسم کے شخص [illegible] تقریر کی تھی اس نے اس میں سارا تجزیہ کیا تھا کہ پاکستان میں اتنے جانور ذبح ہو جاتے ہیں اگر ان کے پیسے جمع کئے جائیں تو اتنی سڑکیں بن سکتی ہیں' اتنی یونیورسٹیاں وغیرہ اس نے ایک میتھیمیٹیکلی تجزیہ پیش کیا تھا کہ اتنے ہسپتال بن سکتے ہیں اتنی سڑکیں بن سکتی ہیں اتنی نہریں کھودی جا سکتی ہیں یہ ہو سکتا ہے وہ ہو سکتا ہے تو میں نے اسے جواب میں لکھا کیونکہ مجھے بہت تکلیف ہوئی اور میں نے بڑا سخت جواب دیا اور میری بیس جو تھی جواب کی جو حاصل جواب تھا جس بات پہ بیس کرتا تھا وہ یہ تھا کہ دنیا کی ہر قوم نے اپنے لئے آسائشیں مہیا کی ہیں اپنے زمانے کے مطابق' اپنی سوچ کے مطابق لیکن جس ہستی نے خود جانور ذبح کئے ہیں اور ہمیں عید قربان پہ جانور ذبح کرنے کا حکم دیا ہے' جو چیز انسانیت کو اس نے دی ہے کہیں سے وہ لا کر دکھاؤ؟ انسانوں کو جو عظمت' جو اخلاق' جو کردار' جو قرب الٰہی' جو فکر جو انداز' محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا ہے وہ کسی حکمران' کسی انجینئر' کسی مفکر سے حاصل کر کے دکھاؤ؟ ہم مذکورہ سہولتوں کے لئے قربانی نہیں کرتے۔ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے لئے کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے کرنے کا حکم دیا اور خود کی اگر نبی علیہ السلام نہ کرتے' کرنے کا حکم نہ دیتے تو ہم کون ہوتے تھے سنت ابراہیمی پہ عمل کرنے والے؟ ہم ابراہیم علیہ السلام کی امت نہیں' محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں اور یہ اللہ کا کرم ہے کہ جو انوارات انہیں آگ میں ڈالے جانے پر نصیب ہوئے وہ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کرنے پہ عطا کر دیئے تو یہ اس کا احسان ہے جو بوڑھے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام جیسا لخت جگر قربان کرنے پر جو کیفیت نصیب ہوئی' ہمیں ایک بکرا' دنبہ' گائے' بیل کاٹ کر نصیب ہوتی ہے تو یہ اس کا انعام ہے اور یہ اس کے لئے ہے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام ہیں ورنہ ابراہیم علیہ السلام سے لیکر نبی اکرم ﷺ تک امتیں تو اور بھی گزریں' نہ کسی کو ان پہاڑوں پہ بھاگنا نصیب ہوا نہ کسی کو جانور کاٹنا نصیب ہوا میرے اس جواب کے بعد اس شخص نے کبھی لب نہیں کھولے۔ لیکن اب وہ مولوی مجھے جواب دے جو کہتا ہے کہ جناب آپ جانور نہ کاٹیں' آپ پیسے ہمارے اکاؤنٹ میں بھیج دیں' قربانی ہو جائے گی۔ میں فتویٰ نہیں دیتا اللہ کرے ہو جاتی ہو لیکن میں یہ بات پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ کیفیت جو آپ کو جانور کاٹنے پہ ملتی ہے وہ کسی بنک اکاؤنٹ میں پیسے بھیج کر نہیں ملے گی۔

امام ابو حنیفہؒ کو خیال نہ آیا جنہیں پہلی دفعہ جیل میں بند کر دیا بادشاہ نے' مشقت لگائی کہ یہ اینٹیں گنو۔ ان کا خیال تھا کہ لاکھوں اینٹیں پڑی ہیں ایک ایک کر کے گننے کا اسے ساری اینٹیں اٹھا کر ادھر رکھنا پڑیں گی تب گنے کا انبار لگے ہوئے ہیں اس طرح گنے گا تو ایذا بھی سارا سارا دن ہوگی۔ انہوں نے پندرہ منٹوں میں ساری اینٹیں حساب کر کے بتا دیں۔ انہوں نے اینٹوں کی لمبائی چوڑائی کو ضرب تقسیم دے کر بادشاہ کو بتا دیا کہ جناب یہ اتنے لاکھ اینٹیں ہیں۔ پہلی دفعہ کسی نے میتھیمیٹیکلی اینٹوں کا شمار کیا اور حیران ہو گئے حساب دان بھی کہ ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ یہ نرا مولوی ہے یہ تو ہر فن میں یکتا ہے۔ کیا انہیں یہ خیال نہیں آیا ہو گا کہ جانور کی قیمت کیا ہے اور سال میں پوری امت مسلمہ کی جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں کتنے جانور کاٹے جاتے ہیں تو ان کا کوئی اور مصرف بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بات ان کے روشن دماغ میں نہ

آئی؟ ارے جانور کا پیسہ 'کھال کا پیسہ 'گوشت سے پیسہ لیکر فنڈز بنانا مقصود نہیں ہے' میرے بھائی! جانور کا خون بہانا مقصود ہے اس لمحے اس گھڑی میں جب ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کی گردن پہ چھری چلائی' یہ دین ہے۔

اور اس میں کیفیت مطلوب ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہو سکے تو اپنا جانور خود ذبح کرو اور اتنا بھی نہ کر سکو تو کم از کم پاس کھڑے ہو کر تو ذبح کراؤ۔ اس کیفیت سے اپنے آپ کو گزارو۔ وہاں کھڑے ہو کر اس بہتے خون کو دیکھ کر سوچو اس کیفیت کو کہ بھلا تم چھوٹی چھوٹی باتوں پہ اللہ کی نافرمانی کر جاتے ہو' اللہ کے بندے' کیا تھے کہ جنہوں نے اسماعیل علیہ السلام جیسے جگر گوشے کاٹ کر رکھ دیئے انہوں نے تو کاٹ کر رکھ دیا اور اس کے بچ جانے پہ پریشان ہوئے اب کوئی اکاؤنٹ نمبر اس کا بدل نہیں۔ مجھے اتنا دکھ ہوتا ہے

میں نے مختلف تنظیموں کے لاکھوں کے اشتہار پڑھے۔ کئی لاکھ اس اشتہار کی قیمت ہوگی' مثلاً" تکبیر رسالے میں ہے' مختلف روزناموں میں ہے' کلر پیج ہیں' رنگین صفحات ہیں اور فل سکیپ کا صفحہ ہے او ظالمو! لاکھوں تو تم نے اشتہاروں میں لگا دیئے اب جو پیسے اشتہاروں میں لگے جو آپ دیں گے اس سے وہ گائے خریدیں گے یا اشتہار کی قیمت دیں گے۔ میں یہ سوچ رہا تھا یہ میری سوچ ہے کہ ہمیں تو کہہ رہے ہو کہ اتنے پیسے دو گائے میں حصہ ہو گیا' اتنے دو بکرا کٹ گیا' یہ جو لاکھوں اشتہار پہ لگے ہیں کیا یہ آپ جیب سے دیں گے اگر ہماری گائے کاٹو گے تو پیسے' تو وہ بل دو گے تو گائے کس سے کٹے گی جو بچیں گے وہ آپ کے کام آ جائیں گے۔ ہر چیز کی اہمیت اپنی جگہ ہے یہ بھی تو غلطی کی تھی غلام احمد پرویز نے بھی۔

اس بے چارے نے کیلکولیٹ کر کے بتایا کہ جناب تم اتنی رکعت فجر پڑھتے ہو' اتنی ظہر پڑھتے ہو' اتنی عصر پڑھتے ہو' اتنی مغرب پڑھتے ہو' اتنی عشاء پڑھتے ہو اس میں اتنا اتنا ٹائم لگے تو تمہارے اتنے گھنٹے تو ضائع ہو گئے اس لئے تم جہاں بھی ہو' اپنی جس ڈیوٹی پہ ہو' وہ ڈیوٹی اپنی تن دہی سے کرو وہی نماز ہے۔ اگر اس نے یہ کہا تو وہ کافر ہو گیا۔ سارے اس کے پیچھے لگ گئے کہ جناب آپ لوگوں سے ایک مسنون عمل ہی چھڑا رہے ہیں لیکن آپ مولوی صاحبان کی چونکہ اجارہ داری ہے اسلام پر' آپ کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا' اللہ گواہ ہے میں کسی پر تنقید کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا' مجھے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں کون کسے کیا دیتا ہے' میں خود جو جانور ذبح کرتا ہوں الحمد اللہ ان کا گوشت بھی اور ان کی کھالیں بھی بٹ جاتی ہیں۔ اللہ کا احسان ہے اپنے جانور کاٹتے ہیں غریبوں میں بانٹتے ہیں کہ کبھی چلو کسی کو ایک دن گوشت کھانا نصیب ہو جائے جو ہو سکتا ہے کرتے ہیں لیکن میرا ایمان ہے کہ وہ کیفیت جو قربانی کے عمل سے مطلوب ہے وہ کسی کے اکاؤنٹ میں چیک جمع کروا کر نصیب نہیں ہوگی شرعاً" اس کی قربانی ہو جاتی ہے ہوگی' ہمیں اس سے کیا' مولوی جو بتاتے تو ہو جاتی ہوگی اگر کسی کا دل مانتا ہے ہو جاتی ہے تو ہو جائے ہمیں اس پر کیا ضد ہے۔ لیکن بھائی! قربانی کا یہی تو مقصد نہیں' محض جانور کاٹنا تو مقصد نہیں ہے' صرف خون بہانا تو مقصد نہیں ہے سنت ابراہیمی کو دل میں لانا مقصد ہے۔ اس خون کو اپنے ہاتھوں سے بہانا مقصد ہے۔

نبی علیہ السلام نے سو اونٹ قربان کئے مال سے بھی اور دولت سے تو زندگی بھر دو وقت کا کھانا بھی نصیب نہیں ہوا' اگر صبح ہے تو شام نہیں' شام ہے تو صبح نہیں' کاشانہ نبوی ﷺ پہ کبھی ایک دن ایسا نہیں آیا کہ دونوں وقت کا کھانا موجود ہو بلکہ حضرت عائشہ الصدیقہ" فرماتی ہیں کہ ایک چاند طلوع ہوتا تھا اور پھر وہ گزر جاتا تھا پھر اگلا چاند طلوع ہوتا تھا اور وہ بھی گزر جاتا تھا اور تیسرا چاند طلوع ہو جاتا تھا اور اتنا عرصہ ہمارے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ پوچھا! اماں کیوں؟ فرمایا! پکانے کو ہوتا ہی کچھ نہیں تھا۔ تو پھر آپ کھاتے کیا تھے؟ فرمایا! کھجوریں ہدیئے میں آتیں' دودھ صحابہ کرام ہدیئے میں بھیج دیتے تھے' کھجوریں کھالیں' دودھ پی لیا یہی غذا آپ ﷺ کی تھی یہی آپ ﷺ کے اہل خانہ کی تھی۔ اس کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سو اونٹ قربان کئے یار صرف گوشت تو مقصد نہیں تھا اور تریسٹھ اونٹ دست اقدس ﷺ سے نحر کئے۔ اونٹ وہ طریقہ سے نحر کرتے ہیں ایک اس طرح کا [illegible] ایک اس کے یہاں مارتے ہیں [illegible] جاتا ہے اسے نحر کرنا کہتے ہیں۔ [illegible] مارا جاتا ہے تو تریسٹھ آپ ﷺ نے اپنے دست اقدس ﷺ سے خود قربانی کئے باقی حضرت علیؓ کو حکم دیا اور وہ بعد میں عقدہ کھلا جب آپ ﷺ کا وصال ہوا [illegible] حضور ﷺ تریسٹھ برس [illegible] قربانیاں تریسٹھ برس کی خود کیں اور باقی جو تھے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ تم ذبح کرو یعنی مقصد صرف اب اگر پیسے ہی دینے تھے تو اس تنگ دستی میں رسول [illegible] ﷺ نے کسی کے پیسے تو نہیں لئے ہوں گے ادھار لیا ہوگا ضروری [illegible] کے پاس پانی [illegible] میں [illegible] تھا سارا مدینہ جہاد پر تھا کئی غزوات تو ہوتے عہد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ [illegible]

جہاد فنڈ میں کیوں نہیں دیئے سو اونٹ؟ سو اونٹ مدینے میں کاٹنے کی کیا ضرورت تھی؟ حضور ﷺ سو کا سو اونٹ قافلہ جہاد میں بھیج دیتے ان کو بیچ کر ان کی قیمت مجاہدین کو...... او یار! قیمت دینا مقصد نہیں ہے۔ دو بار مقصد ہی نہیں ہے۔ مقصد ہے کہ جانور تڑپے تمہارے ہاتھ میں چھری ہو تمہارا ہاتھ خون آلود ہو اور وہ اللہ کے لئے ہو اور وہ دیکھ رہا ہو اور تم سرنگوں کھڑے ہو کر یا الٰہا میں ابراہیم علیہ السلام نہیں کہ اسماعیل السلام ذبح کروں' عاجز بندہ ہوں' میں نے دنبہ کاٹا ہے بکرا کاٹا ہے گائے کاٹی ہے تو تو کریم ہے تیری رحمت کا کوئی کنارا نہیں مجھے اس پہ وہ کیفیات عطا کر دے جو ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام ذبح کرنے پہ کی تھیں۔

یہ مقصد ہے قربانی کا اور میں اگر یہ اشتہارات نہ دیکھتا تو میرا کوئی ارادہ یہاں جمعہ پڑھنے کا نہیں تھا میں وہیں پڑھتا۔ صرف یہ بات مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے میں نے یہ جمعہ یہاں رکھا ہے کہ میں لوگوں کو بتاؤں کہ قربانی کا مفہوم کیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ کیوں کی جاتی ہے اور اس کا کیا کرنا چاہئے اب ہر ایک کی اپنی مرضی ہے یہ تو اللہ ہی کو علم ہے یہی حکومت یہی حالات رہے تو کل تک کوئی نماز کا متبادل بھی نکل آئے گا۔ پھر کوئی رمضان کا متبادل بھی نکل آئے گا خدا نہ کرے یہی چال رہی تو پھر قرآن کا بھی کوئی متبادل آجائے گا۔

تو یہ تبادلوں کا دین نہیں ہے اس کے ہر ہر حکم کی اپنی اہمیت ہے اور جیسے حضور ﷺ نے کیا ہے ویسے کرنا پڑے گا۔ کیا عہد نبوی ﷺ میں مجاہدین کو تنگی نہیں تھی؟ چوراسی غزوات و سرایہ ہوئے دس سالوں میں' جنگی فنڈز کی کتنی اشد ضرورت ہوگی تو آپ ﷺ نے اونٹ مدینے میں گرا کے تقسیم کر دیئے' یار جہاد فنڈز میں کیوں نہیں دیئے؟ اور ان سے زیادہ اہم جہاد آج کونسا ہو رہا ہے۔ مقابلے لگ گئے ہیں کھالیں جمع کرنے کے۔ ایم کیو ایم اودھر آگئی' عمران خان کہتے ہیں مجھے دے دو' عبدالستار ایدھی کھڑا ہے' جماعت اسلامی انعام بانٹ رہی ہے کھالیں جمع کرنے میں فلانا فرسٹ آیا ہے تو خدا کا خوف کرو پہلے کھالیں مانگیں پھر کھالوں کی قیمت مانگی پھر گوشت مانگا اب سارا ہی کہہ دیا صرف چیک ہمارے اکاؤنٹ میں جمع کرا دو تو تم فارغ ہو' ٹھیک ہے قیامت کو ملاں کا اکاؤنٹ ڈھونڈنا۔ اللہ کریم ہمیں دین کو سمجھنے کی' اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ دین اسلام یار! ایک کیفیت کا نام ہے' ایک حالت کا نام ہے' یہ محض رسومات نہیں ہیں' ہر چیز میں ایک حال ہے' آپ نماز پڑھتے ہیں اللہ فرماتا ہے

ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر نماز سے ایک کیفیت حضوری کی نصیب ہوتی ہے کہ بندہ برائی چھوڑ دیتا ہے پھر اسے ہروقت اللہ اپنے پاس نظر آتا ہے اگر یہ نہیں ہے تو خیال کرو کہاں کمی رہ گئی اس لئے بتایا کہ نماز بھی پڑھتے ہو برائی بھی کرتے ہو تو پھر سوچو کہاں کوئی کمی ہے چونکہ نماز پر جو حال وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضور الٰہی نصیب ہو جاتا ہے اور گناہ چھوٹ جاتے ہیں' بے حیائی چھوٹ جاتی ہے' اسی طرح میرے بھائی قربانی ایک عمل ہے اور اس نے خوب کہا ہے کہ

عید قربان است می خواہم کہ قربانت شوند

قربانی کی عید ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی جان تیری راہ میں لٹا سکوں اللہ کریم دین کا شعور بھی دے اور دین پر عمل کی توفیق بھی اور اللہ ہمارے ان رہنماؤں کو بھی ہدایت دے۔ کاش یہ ارکان اسلام کی اہمیت کو سمجھیں اور اسلام کے نام پر اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے والے کام نہ کریں۔ آمین

بقیہ۔ باعث خرابی بسیار

روزمرہ کے معمولات کو دیکھو اور کوشش کرو کہ اللہ کی اطاعت کے دائرہ کے اندر آجائیں اور دعا کریں کہ اللہ ہم سب کو توفیق دے ہماری خطائیں معاف فرما کر ہمیں اس قابل بنائے کہ ہم اللہ کی مخلوق کو ظلم سے نجات دلا کر اسلامی عدل سے آشنا کر سکیں۔

بقیہ۔ حکمران علماء اور نفاذ اسلام

ٹرک لٹے ہیں' بسیں لٹی ہیں' نام ہی کوئی نہیں لیتا' رپٹ ہی درج نہیں ہوتی۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ یہ وہ علاقہ ہے کہ جہاں سکھوں کے زمانے میں بھی ڈاکے نہیں پڑتے تھے' یہ لوگ تکڑے تھے اور تحفظ کرتے تھے۔ آج یہاں بھی یہ منارہ سے لیکر کلر کہار تک اس علاقے میں بھی کلر کہار تو دور ہے بوچھال تک دیکھ لیں' بوچھال سے پدھراڑ کے درمیان دس بارہ ڈکیتیاں پڑ چکی ہیں کسی کی رپٹ بھی نہیں درج ہوئی۔

یہ جنگ ظالم اور مظلوم کی ہے اور وقت ہے کہ اب ملک کے سارے مظلوم یکجا ہوں اور ظلم کا مقابلہ کریں اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے یا پھر لوگوں کے جلسوں کی رونق بڑھاتے رہو۔ کمیٹیاں بنتی رہیں گی اور سرکاری الاؤنس ان کو ملتے رہیں گے اور پیسے اور گاڑیاں وہ کھاتے رہیں گے۔ بس موج بنی رہے گی۔ اور بات وہیں کی وہیں رہے گی۔

اللہ حق کہنے کی' حق سمجھنے کی اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناں میں منگی دنیا کوڑی

ناں میں منگی دنیا کوڑی ناں میں منگیا دین
ناں میں عشق دوارے اپڑی ناں اے کوں زمین

ناں گھنگھرو بنھہ نچنا آیا ناں ای درد یقین
ناں پلا میرا وصل نے پھڑیا ناں میں ہجر مکین

میریاں راتاں دے وچ جاگے نیند دوارے دے
نال میرے ازلاں توں ہووے اول حرف یقین

اکلاپے وچ بیٹھیاں ستیاں اکھاں اگھڑ گیاں
دل دی روشن تنہائی وچ "ہو" دی وجی بین

میرا مرشد طیبہ والا دو جگ دا رکھوالا
سبز گنبد وچ خوشبو ایہدی دل دا خاص مکین

طیبہ چیمہ

پروفیسر عبدالرزاق

مجلس ذکر (3) تیسرا لطیفہ

دو لطائف کا بیان ہو چکا ہے تیسرا لطیفہ "سری" کہلاتا ہے اس لطیفہ کی تربیت کے وقت کہا جاتا ہے کہ زیر قدم حضرت موسیٰؑ اس کا مطلب تو آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ حضور اکرم ﷺ کا فیض بواسطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت میں چند باتیں خاص طور پر ممتاز نظر آتی ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم ہوتا ہے۔

اذھب الی فرعون انہ طغی (17:71)

کہ وقت کے جابر ترین حکمران کے پاس جائیں وہ بندہ ہو کر خدا بن بیٹھا ہے اور جا کر کریں کیا؟

فقولا لہ قولا لینا- (44:20)

اسے نہایت نرمی سے سمجھائیں کہ اپنے مقام کو پہچانے اور رب کے ساتھ معاملہ کھرا رکھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلالی طبیعت کا رسول اور فرعون جیسا سرکش حکمران اور حکم ہوتا ہے نرمی سے بات کریں وہ کیوں فرمایا!

لعلہ یتذکر او یخشیٰ- (44:30)

تاکہ وہ اپنے مقام پر پلٹ آئے یا اسے اپنی بدتمیزی کا احساس ہو جائے اور اس کے وبال کے ڈر سے راہ راست پر آجائے۔

سوچئے کتنا مشکل کام ہے۔ صورت حالات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش اسی کے گھر میں ہوئی۔ ایک دنیا دار تو یہی کہے گا کہ میں اپنے محسن اپنے مربی کو کیوں ناراض کروں پھر میں اس قوم کا فرد ہوں جو اس کی قلمرو میں نہایت بے بسی اور غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہے اتنی بے بس اور مجبور قوم کہ اس نے اس قوم کے ہزارہا معصوم اور بے گناہ بچے ذبح کرا دیئے اور اف تک کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ مگر اللہ کے رسول کا منصب ہی اور ہے اس کی سوچ ہی مختلف ہوتی ہے۔ اس کو یہ ڈیوٹی سونپی گئی کہ اس کے احسان کا بدلہ چکانے کا یہی طریقہ ہے کہ اسے اللہ کے غضب سے اور اللہ کے عذاب سے بچانے کی فکر کی جائے۔

پھر یہ بات کہ ایسے سرکش حکمران سے وہ بات کہنے جا رہے ہیں جسے سننے کی اسے تاب نہیں جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مگر پاس نہ اسلحہ ہے نہ کوئی اور مادی طاقت' صرف ایک بھائی کو لے کر نہتے جا رہے ہیں مگر کیوں؟ صرف اس لئے کہ اللہ کا حکم ہے اور بندے کا کام حکم کی تعمیل کرنا ہے۔

خیر جاتے ہیں۔ دعوت دیتے ہیں جوابی گفتگو کی ابتدا اسی طرح ہوتی ہے جسکی توقع ہو سکتی ہے۔ وہ اپنا احسان جتاتے ہوئے کہتا ہے۔

الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین (18:26)

یعنی کیا تم وہی لوگ ہو جسے ہم نے پالا پوسا اور ہمارے گھر میں اپنی عمر کا ایک معتدبہ حصہ گزارا' اب تم کیسے میرے منہ آتے ہو۔

وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین (19:22)

یعنی پھر تو نے میرے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک قتل کا ارتکاب کیا۔ پھر تم بھاگ گئے یہ تو کھلی بغاوت ہے یعنی فرعون نے آپ کی بات کو بے وزن بنانے کے لئے دو حربے استعمال کئے اول اپنا احسان جتایا دوم سزا سے ڈرایا۔ ایک تو جذبہ شکر گزاری کو ابھارنے کی کوشش دوسرا ان کے دل میں سزا کا خوف پیدا کر کے بات کو ٹالنا چاہا۔ آپ نے اپنی بات آگے بڑھانے سے پہلے اس کے دونوں طعنوں کا جواب دیا مگر ترتیب بدل دی دوسرے اعتراض کا جواب پہلے دیا اور فرمایا کہ میرے ہاتھ سے ایک آدمی کے اچانک مرجانے کا حادثہ اس وقت پیش آیا جب مجھے اپنے منصب سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ اور یہ روشنی مجھے نہیں سونپی گئی تھی۔ رہا احسان کا معاملہ تو واقعی تیرا احسان یہی کیا کم ہے کہ تو نے میری قوم کو خدا کی پرستش سے ہٹا کر اپنی پرستش کرانے میں لگا رکھا ہے۔

اس پر فرعون نے بات کا رخ بدلا۔ اور پوچھا اچھا بتاؤ تو تم کون سے رب کی طرف دعوت دیتے ہو۔ آپ نے اپنے رب کی صفات کا تعارف کرایا اب اس نے ایک اور چال چلی جو خالص سیاسی چال ہے کہ عوام کے جذبات سے کام لیا جائے۔ جسے سیاسی زبان میں ایکسپلائٹ کرنا کہتے ہیں کہ اچھا اگر ہدایت اسی کا نام ہے تو آباؤ اجداد کس کھاتے میں شمار ہوں گے ظاہر ہے کہ اگر حضرت موسیٰ کہتے ہیں کہ وہ گمراہ مرے تو لازماً پبلک ان کے خلاف ہو جائے گی۔ مگر تبلیغ کا پیغمبرانہ طریقہ بھی کیا خوب ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ بات ہماری سوچ کے دائرہ کار سے باہر ہے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اسے نہ تو حقائق سے متعلق تاریکی میں رکھا جا سکتا ہے نہ اس سے کوئی چوک ہوتی ہے۔

اس مکالمہ سے معلوم ہوا کہ طریق موسوی یہ ہے کہ سالک دعوت الی اللہ کے کام میں اس

خلوص سے لگ جائے کہ نہ تو کسی کا منصب اس میں رکاوٹ بن سکے۔ نہ کوئی لالچ اور ڈر یہ نکتہ ملا کہ راہ میں طعنے سننے پڑتے ہیں۔ لوگ پھبتیاں کستے ہیں مگر سالک کو اپنے کام سے غرض ہونی چاہئے نیز دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں حکمت تبلیغ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مخاطب مشتعل ہو جائے تو ممکن ہے کہ بحث کے میدان میں وہ ہار جائے مگر اس سے اس کے اندر جو ضد کی کیفیت پیدا ہو گی اس کا کوئی علاج نہیں۔

داعی کو عموماً" تین قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اول وہ جو پوری دیانتداری سے بات سمجھنا چاہتے ہیں ان سے بات کرتے ہوئے دل سوزی سے خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ خطاب کرنا چاہئے۔

دوسرے وہ لوگ جو محض ذہنی کشتی کے طور پر دلیل بازی کرنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ گفتگو مدلل تو ہونی چاہئے مگر مقصد یہ ہو کہ بات واضح ہو جائے یہ نہ ہو کہ میری بات رہ جائے اور مخاطب زچ ہو جائے۔

تیسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو صرف کج بحثی میں اپنی مہارت دکھانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے الجھنا بے فائدہ ہے ان سے صاف کہہ دو ہماری سمجھ میں یہ بات یوں ہے تمہیں پسند ہو تو قبول کرو ناپسند ہو تو چھوڑ دو۔

انتم بریئون مما اعمل وانا بری مما تعملون (41:10)

حضرت موسیٰؑ کی دوسری مشکل یہ تھی جن لوگوں کو مدتوں کی غلامی سے نجات دلائی' ان کی تربیت کی۔ انہیں کمال تک پہنچانے کا منصوبہ بنایا وہ لوگ قدم قدم پر ان کے پروگرام میں روڑے اٹکانے لگے مثلاً" جب حضرت موسیٰؑ انہیں مصر سے نکال کر لا رہے تھے۔ اور فرعون کی فوج نے ان کا تعاقب کیا تو لگے طعنے دینے۔

قالو اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعدما جئتنا (129:17)

کہ اے موسیٰؑ تیرے اس اقدام سے پہلے بھی ہم ظلم کی چکی میں پستے رہے اور تیرے اس اقدام کے بعد بھی خطرہ ٹلتا نظر نہیں آتا۔ نہ آرام کی صورت دکھائی دیتی ہے پہلے ہم کسی نہ کسی طرح دن تو گزار رہے تھے اب تو معلوم ہوتا ہے تو ہمیں غرق دریا کر کے چھوڑے گا' حضرت موسیٰؑ کی جلالی طبیعت اور قوم کی طرف سے احسان فراموشی کا یہ مظاہرہ! مگر انہیں تسلی دیتے ہی رہے۔

پھر جو ایک بت پرست قوم پر گزر ہوا تو لگے مطالبہ کرنے

اجعل لنا الھا کما لھم آلھتہ-(138:7)

کہ موسیٰؑ دیکھو ان لوگوں کے کیسے من موہنے معبود ہیں ہمیں بھی کوئی ایک تو ایسا دلفریب معبود بنا دے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کی اس بیہودگی کو برداشت کیا اور ان پر حقیقت واضح کرنے لگے۔

پھر جو دوران سفر پکا پکایا کھانا ملنے لگا۔ تو کہنے لگے کہ ہم تو ایک ہی قسم کا کھانا کھا کر اکتا گئے ہیں۔ اپنے رب سے دعا کر کہ ہمارے لئے زمین سے رنگارنگ کی سبزیاں اگا دے۔ کوئی دال ہو' پیاز ہو' تھوم ہو۔ تبدیلی ذائقہ بھی ضروری ہے۔ زبان کا چٹخارہ بھی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر ان کی حماقت واضح کی مگر ان کے مطالبہ کے پورا کرنے کی صورت بھی پیدا کر دی۔

پھر کہنے لگے کہ ہم تو اس جنگل میں پیاس سے مرے جا رہے ہیں۔ ہمارے لئے پانی کا انتظام کر۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر پر عصا مارا۔ مگر اپنی قوم کی ذہنیت بھی جانتے تھے۔ اس لئے دعا بھی کچھ ایسی کی ہو گی چنانچہ بارہ چشمے پھوٹ پڑے تاکہ بارہ قبیلے ایک ایک چشمے سے سیراب ہوں ایسا نہ ہو کہ پھر ضد میں آکر کہہ دیں کہ ہم اس چشمے سے پانی نہیں پیتے جس سے فلاں قبیلہ سیراب ہوتا ہے۔

پھر جب حضرت موسیٰؑ تورات لینے "طور" پر گئے تو ان کی غیر حاضری میں ایک بچھڑے کی پرستش شروع کر دی یوں لگتا ہے جیسے حضرت کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ اور یہ نہ دیکھ سکے کہ ان ظالموں نے عملاً" توحید کے عقیدے پر ہلہ بول دیا چنانچہ اس موقع پر آپ جلال میں آ گئے۔

پھر جب آپ نے فرمایا کہ اس بستی پر حملہ کرو۔ کہ وہاں کے حکام نے بے بس عوام پر ظلم ڈھا رکھا ہے خدا کی مخلوق کو پنجہ استبداد سے رہا کرانا ہے' اس پر' تو قوم نے انتہا ہی کر دی جواب دیا کہ موسیٰؑ تو اور تیرا رب جا کر جنگ کرے ہم تو یہاں سے نہیں ہلنے کے

اس قسم کے کئی اور واقعات ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کو اپنی قوم کے ہاتھوں دکھ سہنے پڑے۔ ان سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ سالک کو اپنے ساتھیوں کی طرف سے جب اس قسم کے واقعات پیش آئیں تو مقدور بھر ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اگر کچھ نہ بن پڑے تو نتیجہ اللہ کے سپرد کرنا چاہئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس موقع پر اللہ سے یہی دعا کی تھی۔

فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین-(25:5)

مگر یہ پیغمبر ہی کا منصب ہے جسے حقائق سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ دوسرے لوگوں کا کام یہ ہے کہ ایسے موقع پر اللہ سے یہی دعا کریں کہ اللہ تو قادر ہے تو کوئی بہتر صورت پیدا کر دے۔

دعوت و تبلیغ کا کام مشکل بھی ہے اور

نازک بھی' اس لئے آپ کو مشکلات بھی پیش آئیں گی اور لغزشیں بھی ہو جاتی ہیں مثلاً ایک صاحب سے کسی نے ایک بات پوچھی اس نے کہا کہ یہ ناجائز ہے بس معاملہ بگڑ گیا۔ اگر کوئی عالم ہوتا' بات سلجھا لیتا دلائل سے بات کرتا مگر وہ صاحب چونکہ عالم نہ تھے مگر فتویٰ دے مارا۔ اس لئے علماء تو سمجھتے ہیں کہ کسی عقدہ کا حل کس طریقے سے کیا جائے۔ ہم لوگ جو عامی ہیں ان کے لئے میں یہ کہا کرتا ہوں کہ آپ صرف چار باتوں کی دعوت دیا کریں۔

1- فرائض کی پابندی کیا کرو۔ بالخصوص نماز باجماعت کی۔

2- ہر وقت اللہ کو یاد کیا کرو بالخصوص صبح و شام اہتمام سے۔

3- حرام سے پرہیز کرو۔

4- جھوٹ سے بچو!

اس کے علاوہ کوئی بات پوچھی جائے تو کہہ دو کہ میں عالم نہیں ہوں جس عالم پر آپ کو اعتماد ہے اسی سے پوچھ لیں جو وہ کہے وہی کریں۔

آپ کو ایک لطیفہ سناؤں۔ میں اسے لطیفہ اس لئے کہتا ہوں کہ بات سادہ ہی ہے مگر ہے دلچسپ ورنہ معروف معنوں میں یہ لطیفہ نہیں حقیقت ہے۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے پوچھا کہ اذان سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ میں نے پوچھا اس کی ضرورت کیوں پیش آئی اگر آپ چومتے ہیں تو کس سے پوچھ کر چومنا شروع کیا اور اب اس کی بات سے اعتماد کیوں اٹھ گیا۔ اور اب تردد کیوں پیدا ہو گیا۔ کہنے لگے کہ دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ چومتے ہیں کچھ نہیں چومتے۔ میں نے کہا صحیح دیکھا ہے کہنے لگے یہ بتائیے کہ جو لوگ چومتے ہیں وہ کیوں؟ میں نے کہا محبت سے چومتے ہیں کہنے لگے جو لوگ نہیں چومتے کیوں نہیں چومتے؟ میں نے کہا محبت سے نہیں چومتے۔ کہنے لگے دونوں محبت سے ایسا کرتے ہیں تو فرق اختلاف کیوں ہے۔ میں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی مختلف طبیعت کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو سمجھتے ہیں کہ جس نے محبت کرنے کا حکم دیا اس نے محبت کرنے کا سلیقہ بھی سکھایا۔ اس لئے اظہار محبت کا طریقہ محبوب ہی سے پوچھنا چاہئے۔ کچھ لوگ اس طرح سوچتے ہیں کہ محبت کا حکم ہے مگر محبت کا سلیقہ اور محبت کے اظہار کا طریقہ اپنے من سے پوچھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ محبوب کی بات اور اپنے من کی بات ایک جیسی ہونا ضروری نہیں اس لئے اظہار محبت میں مختلف صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں اب یہ فیصلہ کرنا ہر شخص کا اپنا کام ہے کہ اسے اپنے محبوب کی بات پیاری ہے یا اپنے من کی بات زیادہ پسند ہے۔ کہنے لگے بات سمجھ میں آ گئی۔ میں نے کہا اللہ کا شکر ہے دین کی سمجھ عطا کرنا اس کی رحمت ہے۔ اور اس پر چلنا اسی کی توفیق سے نصیب ہوتا ہے۔

چوتھا لطیفہ

راہ سلوک میں چوتھے سبق کا عنوان ہے "لطیفہ خفی" اس لطیفہ کی تعلیم کے وقت کہا جاتا ہے۔ زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس لطیفہ کے دوران حضور اکرم ﷺ کا فیض سالک کے باطن پر حضرت عیسیٰؑ کے توسط سے پہنچتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعثت کے بعد مختصر سے عرصہ کے لئے قوم کے درمیان رہے اس عرصے میں آپ کو دو قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا۔ اول دشمن اور مخالف۔ دوم عقیدت مند اور اتباع کا دعویٰ کرنے والے ان دونوں کے ہاتھوں بڑے دکھ اٹھائے۔

سب سے پہلے دشمنوں نے آپ کی ذات اور آپ کی والدہ کی عصمت کے خلاف ایک بہتان کھڑا کیا آپ کی پیدائش خرق عادت کے طور پر بن باپ کے ہوئی' تو دشمنوں نے آپ کی والدہ کو ملامت کا ہدف بنایا اور کہنے لگے۔

یااخت ھارون ماکان ابوک امرا سوءٍ وماکانت امک بغیا (28:19)

یعنی اے اخت ہارون تیرا باپ بھی کوئی برا آدمی نہیں تھا' اور تیری والدہ بھی بدکار نہیں تھی۔ تو نے یہ کیا حرکت کی۔ اس میں مخاطب تو حضرت مریمؑ صدیقہ کو کیا گیا مگر بالواسطہ حضرت عیسیٰؑ کو بھی نشانہ بنایا گیا حضرت مریمؑ جانتی تھیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس کی حکمت کے تحت ہو رہا ہے۔

اس لئے خود جواب دینے کی بجائے بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس سے پوچھو۔ بھلا وہ کیا پوچھتے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی زبانی حقیقت کچھ اس انداز سے واضح فرمائی کہ جہاں حضرت مریمؑ کی عفت کا اظہار ہوا وہاں حضرت عیسیٰؑ کا مقام۔ منصب اور حیثیت بھی ظاہر کر دی گئی۔ آپ نے فرمایا!

انی عبداللہ اتانی الکتب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ماکنت (31-30:19)

کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس میں یہ ساری باتیں آ گئیں کہ میری پیدائش اللہ کے امر سے ہوئی۔ اور میں مخلوق ہوں۔ الوہیت کی نسبت میری طرف نہیں جا سکتی اور میری زندگی بھی اسی کے حکم کی تعمیل میں گزرے گی۔ جس نے مجھے پیدا کیا۔ اور صرف یہی نہیں کہ میں خود اس کا مطیع ہوں۔ بلکہ مجھے منصب رسالت پر فائز کرکے

مخلوق کو خالق کی اطاعت کرنے کا سلیقہ سکھانے پر مامور کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام کسی ایسے شخص کا نہیں ہو سکتا جس کی پیدائش پر کوئی اعتراض کیا جا سکے یا جس کی سیرت داغدار ہو۔ پھر اپنی والدہ کی صفائی دی کہ

واوصانی بالصلواۃ والزکوۃ مادمت حیاوبرابوالدتی-(32-31:19)

یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ عمر بھر اس کی عبادت کروں اور اپنی والدہ کا فرمانبردار رہوں یہ نہیں فرمایا کہ

وبرابوالدی

کہ میں اپنے والدین کا فرمانبردار رہوں جس سے یہ ظاہر فرمایا کہ میں بن باپ کے پیدا ہوا ہوں۔ اور میں خالق کی قدرت کا نشان ہوں اور میری والدہ ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے بھلا کون ایسا کور باطن ہو سکتا ہے جو ایک نومولود بچہ کی زبان سے یہ حقائق سن کر بھی اس پر یقین نہ کرے۔

اس مکالمہ کے بعد دشمنوں کو خاموش ہو جانا چاہئے تھا مگر بڑے ہو کر جب حضرت عیسیٰؑ نے دعوت حق کا آغاز کیا تو دشمن بھی تازہ ولولے کے ساتھ مقابلے میں آگئے اور حق کے خلاف تحریک اٹھائی۔ اور اسے یہاں تک پہنچایا کہ حکومت وقت حرکت میں آگئی ملکی قانون نے آپ کو مجرم قرار دیا اور دشمنوں کی مراد بر آئی۔ پھانسی دینے کا حکم ہوا اور کسی کو پھانسی دے ہی دی گئی دشمن خوش ہوئے کہ حق کی آواز ہمیشہ کے لئے دب گئی۔ مگر جس کی پیدائش قدرت قادر کا ایک نشان تھا اس کی زندگی بھی اسی کی قدرت کا نمونہ ہے اور اس کی حفاظت اور اس کے بچاؤ کا اعلان یوں ہوا کہ

وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ (158-157:4)

کہ تم بھلا اسے کہاں قتل کر سکتے تھے ہم نے تم جیسے ناقدروں کو اس کی برکات سے محروم کر کے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

یہ تو دشمنوں کی کارستانیوں کا اجمالی پہلو ہے اب اپنوں کی سنیئے انہوں نے آپ کے پہلے بیان کہ انی عبداللہ کی تکذیب کی۔ عقیدت میں غلو کیا اور بندہ خدا کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ اور بات یہاں تک بڑھائی کہ تین میں ایک اور ایک میں تین کا گورکھ دھندہ کھڑا کر دیا دشمنی تو ختم بھی ہو سکتی ہے کیونکہ دشمن کو یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ میں دشمنی کر رہا ہوں اس لئے ممکن ہے کہ کہیں اس کا ضمیر جاگ پڑے اور وہ توبہ کر لے مگر عقیدت میں غلو ایسی بیماری ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں کیونکہ آدمی اسے خوبی سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کسی خوبی کو چھوڑ دینے کو کب تیار ہو سکتا ہے بلکہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ دوستوں کی اس حرکت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ایک نقشہ کھینچا ہے جو روز جزا کو پیش آئے گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ

واذ قال اللہ یعیسٰی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ۔ قال سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق .... ماقلت لھم الا ماامرتنی بہ ان اعبدو اللہ ربی وربکم (117:5)

یعنی سوال ہو گا اے عیسیٰؑ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو معبود بنا لو۔ آپ عرض کریں گے اللہ! تیری ذات پاک ہے مجھے کیا زیب دیتا تھا کہ کوئی ایسی بات کہوں جو حق کے خلاف ہو...... میں نے تو انہیں یہی کہا جو تو نے مجھے کہنے کا حکم دیا کہ اللہ کو معبود سمجھو میرا اور تمہارا رب وہی ہے اور ہم سب اس کی مخلوق اور اس کے محتاج ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دشمنوں کی دشمنی تو سوہان روح ہوتی ہی ہے مگر دوستوں کی بدتمیزی بھی کوئی کم تکلیف دہ نہیں ہوتی۔ مگر سالک کو دونوں خطروں سے آگاہ رہنا چاہئے۔ دشمنوں کی دشمنی کے باوجود ان کی خیر خواہی کا جذبہ ٹھنڈا نہیں پڑ جانا چاہئے اور سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ مخلوق کو اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے اللہ کی طرف دعوت دیتے رہنا چاہئے۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے فوز عظیم فرمایا ہے۔

فن زحزح عن النار وادخل الجنتہ فقدفاز

اپنوں کی طرف سے جس بات کا خطرہ ہوتا ہے آدمی اسے خطرہ محسوس نہیں کرتا بلکہ نفس کو یہ صورت بڑی مرغوب ہوتی ہے۔ کہ ساتھیوں کی عقیدت دیکھ کر آدمی کے اندر خودپسندی، عجب اور کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ سالک کو یہ حالت پیش آجائے تو اس کے اندر شکر گزاری کا جذبہ بڑھنا چاہئے اور اپنی کم مائیگی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے احساس کو بڑھ جانا چاہئے۔

انانیت اور تکبروہ بیماری ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں اور یہ شیطان کا وہ ہتھیار ہے جس کا اسے ذاتی تجربہ بھی ہے اور اس کے وبال سے بھی وہ خوب واقف ہے اس لئے اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ سالک کو اپنے رنگ میں رنگ دے۔ کیونکہ یہ وہ نشہ ہے جسے کوئی ترشی اتار نہیں سکتی اور یہ ایسی گمراہی ہے کہ اس سے پلٹنا محال ہو جاتا ہے۔

○ نماز مومن کا نور ہے
○ جو نماز ضائع کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کسی نیکی کی پرواہ نہیں کرے گا
○ جس نے نماز ضائع کر دی اس کا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہو گا

حکمران، علماء اور نفاذ اسلام

امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان منارہ، 2-4-99

سورۃ نور اٹھارہواں پارہ ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تقاضا ایمان کا یہ ہے کہ جو بندہ ایمان رکھتا ہے اسے جب یہ دعوت دی جائے کہ آؤ تمہارے معاملات اللہ اور اللہ کے حکم کے، اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق طے کئے جائیں تو وہ کہے

سمعنا واطعنا یہ بات ہم نے سن بھی لی اور اسے ہم پوری طرح قبول کرتے ہیں۔

واولیک ھم المفلحون○ ایسے لوگ فلاح پانے والے ہوتے ہیں پھر ایک اصول ارشاد فرمایا ومن یطع اللہ ورسولہ ویخشی اللہ ویتقہ جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ جل شانہ کی عظمت کے سامنے اپنی کمزوری اور بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے لرزاں وترساں رہتے ہیں۔

ویتقہ اور اس کی رضا کے طلب گار ہوتے ہیں اور اس کا حکم ٹالنے سے خوف زدہ رہتے ہیں فاؤلئک ھم الفایزون ایسے لوگ اپنی منزل کو پانے والے اور کامیاب ہوتے ہیں۔ دو باتیں ارشاد فرمائیں۔ پہلی بات ایمان کی نشانی کیا ہے، مومن کون ہے اور دوسری بات کہ دنیا میں

کامیاب ہونے کا اور اخروی کامیابی کا، زندگی کی کامرانیوں کا راستہ اور کلید کیا ہے؟ الحمد اللہ! اللہ جل شانہ نے وطن عزیز، ایک آزاد ملک جس کی اساس نظریات پر ہے، مسلمانوں کو عطا فرمایا۔ پچاس سے زائد مسلمان ریاستوں میں سب سے بڑی اسلامی ریاست، بے شمار وسائل کی حامل اور عالم اسلام کی واحد ایٹمی قوت ہے۔ نصف صدی میں مسلمانوں نے جو کام نہیں کیا وہ یہی ہے کہ لیحکم بینھم۔ کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ان میں فیصلے ہوں۔ ہمارے حکمران اور صاحب اقتدار فرماتے ہیں کہ اپنے آپ پر اسلام لاگو کرو۔ پھر علما کی باری آتی ہے تو وہ بھی نصیحت کرتے ہیں کہ اپنے آپ پر اسلام لاگو کرو۔ ذرا یہ بتایئے کہ عام آدمی کا جہاں تک بس چلتا ہے کیا وہ اسلام کے مطابق عمل کرتا ہے یا کفر پر عمل کرتا ہے؟ وہ اللہ کی نماز پڑھتا ہے یا بتوں کو سجدے کرتا ہے؟ وہ حلال کھانے کی کوشش کرتا ہے یا جھٹکے کرتا ہے؟ وہ نکاح کرنا چاہتا ہے اور نکاح ہوتا ہے یا آبادی میں کسی کو بغیر نکاح کے کوئی اور عورت رکھنے دیتا ہے؟ آج بھی اس گئے گزرے دور میں بھی کسی کو جرات ہے کہ کسی گاؤں میں، کسی آبادی میں، کسی شہر، کسی محلے میں کوئی بغیر نکاح کے عورت رکھ سکے؟ اگر نہیں تو عام آدمی کی زندگی میں جہاں تک اس کا اپنا اختیار ہے وہاں تک اسلام نافذ ہے اور اس کا مطالبہ بھی حکمرانوں سے کوئی نہیں کرتا لیکن جب بھی جس کو بھی حکومت سے واسطہ پڑتا ہے، خواہ وہ پٹوار خانے جائے، خواہ وہ گلی محلے کے چوکیدار کے پاس جائے، خواہ وہ پولیس پوسٹ کے اے ایس آئی کے پاس جائے، خواہ وہ نائب تحصیلدار کی عدالت میں جائے اور خواہ پٹواری کے دفتر سے لیکر پریذیڈنٹ آف پاکستان تک چلا جائے اور نائب تحصیلدار سے لیکر سپریم کورٹ آف پاکستان تک چلا جائے، سرکار کے پاس اسے جہاں واسطہ پڑتا ہے وہاں اسلام نہیں ہے۔ اب بتایئے وہ علمائے کرام جو ہمیں تلقین کرتے ہیں اور حکمران جو ہمیں یہ باتیں سمجھاتے ہیں کہ اپنے آپ پر اسلام نافذ کرو ہمیں یہ بھی تو بتائیں کہ ہم یہاں کیا کریں؟ یہاں کس کا بس چلتا ہے؟ ملکی دستور کے مطابق اور ملی آئین کے مطابق جس کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اور تہتر کا آئین جسے متفقہ آئین کہا جاتا ہے اور بائیس علماء کے دستخط بتائے جاتے ہیں، اس آئین نے قومی اسمبلی کو وہ چھوٹ دی ہے کہ جو چاہے وہ کر لیتے ہیں۔ آج اگر وہ ایسا قانون بنا دیں کہ مرد کی مرد کے ساتھ شادی جائز ہے تو آپ کا دستور پاکستان انہیں نہیں روک سکتا۔ اس دستور کی عظمت کے ترانے گائے جاتے ہیں، اس دستور کے اتباع کا ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے یہ وہ دستور ہے کہ اس کے تحت ملک میں اللہ کا حکم، قرآن کا حکم، محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم نافذ نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ قومی اسمبلی اسے منظور نہ کرے تو کر لو گل۔ خدا کی عظمت ہوگی تو ہوتی رہے، نبی آخر الزمان ﷺ کی ہے تو رہے، قرآن آخری کتاب ہے تو ہوا کرے لیکن سب کی بات تب مانی جائے گی جب قومی اسمبلی مانے گی۔

تو یہ بات گزشتہ پچاس برسوں سے رواں دواں ہے۔ اب ایک فضا بنی، ایک ماحول بنا، ایک بات چلی قومی سطح پر، ایک عام آدمی ریڑھی بان

سے پان بیچنے والے سے' تانگہ چلانے والے سے' مزدور سے' بوری اٹھانے والے سے' ٹوکری اٹھانے والے سے لیکر قصر صدارت تک اور پرائم منسٹر ہاؤس تک ہر آدمی کی زبان پر آگیا کہ تبدیلی چاہئے' انقلاب چاہئے' سود سے جان بچائی جائے' سود حرام ہے اسے ختم کیا جائے' بدکاری کو ختم کیا جائے' بددیانتی کو ختم کیا جائے' رشوت کو ختم کیا جائے' انقلاب' انقلاب' انقلاب۔ انقلاب کی صدا اس طرح آئی جس طرح ساون برستا ہے اور جب یہ ساون برسا تو اتنے ہی مینڈک بھی ٹرائے جتنے ساون برسنے میں ٹراتے ہیں۔ ہر جگہ ایک لیڈر شپ پیدا ہو گئی اور ہر جگہ ایک قائد پیدا ہو گیا۔ کوئی کسی مومنٹ کا قائد ہے کوئی کسی مومنٹ کا۔ جس کے پاس ڈھائی بندے ہیں وہ بھی قائد تحریک ہے' جس کے پاس پچاس ہیں وہ بھی قائد ہے' جس کے پاس کچھ نہیں اکیلا ہے وہ بھی قائد ہے۔ اب ان قائدین میں بڑا شور اٹھا' ہر ایک نے نعرہ لگایا' عام آدمی کو باہر نکلنے کا مشورہ دیا' لیکن ہوا کیا؟ لوگوں کو بلاتے رہے اور وہ بولا یا ان کی پکار اللہ نے منظور کر لی اور انہیں حکمرانوں نے بلا لیا۔ لوگوں کی جان چھوٹ گئی اور وہ بھی در سرکار پر جا کر سجدہ ریز ہو گئے۔ ان کا انقلاب تو آگیا۔ عام آدمی جسے گلی محلے میں کوئی نہیں پوچھتا سرکاری وظیفہ خوار ہو گئے اور یہ ملک ایک ہاتھی کی لاش کی طرح پڑا ہے اور پچاس سال سے گیدڑ اور گدھ اسے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ کچھ ان کا بچا ہوا ان کے حصے میں بھی آگیا۔ منہ میں بوٹیاں چل گئیں' شور کیسا' منہ بند ہو گیا۔ نہ عوام کی طرف رخ رہا اور نہ خواص کی طرف اپنا اپنا وظیفہ کھانے میں لگ گئے۔ کوئی کسی کمیٹی کے نام پر' کوئی کسی کمیٹی کے نام پر اور یوں وہ تعداد' شور کرنے کی بجائے وظیفہ خواری پہ لگ گئی اور کچھ شور کم ہوا وہ جوں جوں کم ہوا اس میں کچھ اکابر در آئے۔

پچھلے دنوں منہاج محمدی ﷺ کانفرنسیں ہوئیں۔ موضوع یہ تھا کہ حضور ﷺ کا طریقہ انقلاب کیا تھا وہ تلاش کیا جائے۔ مجھے بھی اس میں دعوت دی گئی' راولپنڈی کی کانفرنس میں' میں بھی حاضر ہوا۔ کچھ یہ تاثر بھی تھا کہ ہر آدمی کہتا ہے کہ علماء سے آپ اتحاد کیوں نہیں کرتے آپ نے نئی جماعت کیوں بنالی' آپ دوسروں کے ساتھ اتحاد کیوں نہیں کرتے' پہلے اتنی دینی جماعتیں تھیں پھر الاخوان کی کیا ضرورت تھی' چلو جی ہم ہی اتحاد کر لیتے ہیں آپ آگے لگیں ہم پیچھے لگتے ہیں۔ میری تقریر ان کے پاس بھی ریکارڈ پر موجود ہو گی اور ہمارے پاس بھی ہو گی۔ میں نے سادہ سی بات کہی کہ اگر آپ لیکر ہمیں چلیں مکی زندگی میں تو مکی زندگی میں تو دین بھی پورا نہیں تھا۔ آپ علماء ہم سے بات کرتے ہیں مکہ کی' طائف کی' بیت اللہ میں تکلیفوں اور پریشانیوں کی' تو مکہ مکرمہ میں تو دین مکمل نہیں ہوا تھا۔ آدھے ارکان دین اور جو آدھے فرائض ہیں یہ بھی فرض نہیں ہوئے تھے' لہٰذا مکی زندگی کو آج مثال نہیں بنایا جا سکتا کسی ایک کام کے لئے تو آپ لے سکتے ہیں لیکن قومی زندگی کی مثال آپ کو مدینہ منورہ میں تلاش کرنی ہو گی اور تب تلاش کرنی ہو گی جب دین مکمل ہو گیا اور کسی حکم میں کوئی تبدیلی ممکن نہ رہی۔ جب دین مکمل ہوا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اب تمہیں میرا نقش قدم اختیار کرنا ہو گا اور میرا نقش قدم ہو گا وہ جو تمہیں میرے خلفائے راشدین اور اکابر صحابہ کے نقوش کف پا میں ملے گا۔ عہد نبوی ﷺ میں بھی بہت اتار چڑھاؤ ہوئے اور یہ جو فقہ میں اختلاف ہے آئمہ اربعہ کا یہ اختلاف نہیں ہے۔ اس میں بات وہی ہے کہ کسی نے کوئی ادا اپنالی ہے کسی نے دوسری ادا اپنالی سب نے نبی کریم ﷺ کی ادائیں اپنائی ہیں۔ ہم فقہ حنفی کو کیوں سب سے اچھا سمجھ کر اپناتے ہیں اس لئے کہ فقہ حنفی میں کوشش کی گئی ہے کہ سب سے آخر جو ادا تھی وہ اپنائی جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی رفع یدین فرمایا اگر اہل حدیث رفع یدین کرتے تھے یا شافعی کرتے ہیں تو یہ بات نہیں کہ حضور ﷺ نے رفع یدین نہیں کیا' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رفع یدین ثابت ہے لیکن فقہ حنفی کہتا ہے کہ آخر میں حضور ﷺ صرف تکبیر اولیٰ پہ رفع یدین کرتے ہیں باقی تکبیروں پہ نہیں کرتے تھے' لہٰذا ہم اس کا اتباع کرتے ہیں کہ یہ زیادہ افضل ہے۔ وہ بھی صحیح ہے وہ غلط نہیں ہے لہٰذا منہاج محمدی ﷺ کے لئے بھی آپ وہ آخری راستہ تلاش کریں جو صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اختیار کیا۔

اب مدعین نبوت سے صحابہ کی جنگ ہوئی تو آپ کہیں گے کہ وہ تو ایک سٹیٹ نے ایک سٹیٹ کے ساتھ یا باغیوں کے ساتھ جنگ کی' منکرین زکوٰۃ پر چڑھائی کی تو آپ کہیں گے ابوبکر صدیقؓ نے کی۔ ان کے پاس ریاست تھی' امیر المومنین کا فیصلہ تھا جب کہ یہاں ریاست ان لوگوں کے پاس ہے جو اسے دین کے خلاف اور کافروں کی اتباع میں چلا رہے ہیں۔ اب کس سے یہ پوشیدہ ہے کہ ہمارے ملک کا حکمران ہو یا اپوزیشن لیڈر ایک دوسرے سے بڑھ کر امریکہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں اور ان کا پروردگار امریکہ ہی ہے۔ اللہ کی حیثیت ان کے ہاں ثانوی ہے۔ جہاں امریکہ ناراض نہ ہو وہ کام اللہ کے لئے کر لیتے ہیں

جہاں امریکہ خفا ہو وہاں اللہ کو اللہ کے رسول ﷺ کو کوئی نہیں پوچھتا سادہ سی بات ہے کسے غلط فہمی ہے یہ۔

تو میں نے یہ عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی مثال چاہئے کہ اگر حکمران بھی مسلمان ہو اور وہ راہ مستقیم سے ہٹ جائے تو عام شہری کیا کرے؟ اگر آج آپ تلاش کرنا چاہتے ہیں منہاج محمدی ﷺ تو پھر وہ تلاش کریں جو ہماری حیثیت ہے۔ ہم عام شہری ہیں حکمرانوں کے پاس اختیار ہے وہ سنت سے ہٹے ہوئے ہیں ہم کیا کریں؟ میں نے کہا آؤ میں آپ کو لے کے چلتا ہوں ایک انگریز مورخ لکھتا ہے کہ اگر تجزیہ کیا جائے' کام کو دیکھا جائے' کردار کو دیکھا جائے' علمی عظمت کو دیکھا جائے' سیاسی بصیرت کو دیکھا جائے' جرات کو دیکھا جائے تو مسلمانوں کو ماننا چاہئے کہ عمرؓ بھی نبی تھا' پتہ نہیں کیوں نہیں مانتے۔ چونکہ وہ خود مسلمان نہیں ہے اسے نبوت کا علم نہیں' لیکن وہ کہتا ہے دنیا میں کوئی دوسرا عمرؓ نظر نہیں آتا۔ چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا تھا' 35 ہزار عظیم شہر جو کوئی دارالخلافہ تھا اور کوئی صوبائی صدر مقام تھا وہ تھے اور صرف فتح ہی نہیں ہوئے بلکہ ہر جگہ امن قائم ہوا لوگوں کو انصاف ملا۔ ایک دن خطبے کے لئے بیٹھے تو آپؓ نے فرمایا میں خطاب کا بیٹا عمرؓ اب وہ نہیں ہوں جسے تو نے اونٹ چراتے دیکھا تھا قیصر وکسریٰ کے تاج میرے قدموں کے نیچے ہیں اور دنیا میرے نام سے لرزتی ہے آج اگر میں اتباع سنت کو چھوڑ دوں یا سیدھے راستے سے ہٹ جاؤں آج تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟ تو ایک بدوی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس نے تلوار نیام سے نکال لی' اس نے کہا' عمرؓ ابھی ہمارے بازوؤں میں اتنی جان ہے کہ ہم تجھے سیدھا کر دیں گے۔ آپؓ نے فرمایا' الحمدللہ! اللہ مسلمانوں میں یہ غیرت ایمانی قائم رکھے' میں یہی دیکھنا چاہتا تھا۔

میں نے کہا اگر عمر عادلؓ کو یہ جواب دیا جا سکتا ہے تو آج کے حکمرانوں کے لئے صرف یہی جواب ہے۔ کسی میں جرات ہے کہ وہ قبضہ تلوار پہ ہاتھ رکھ کر کہہ دے کہ سنت کا اتباع اختیار کرو ورنہ تلوار فیصلہ کر دے گی۔ یہ منہاج محمدی کانفرنس میں میں نے تقریر کی تھی راولپنڈی میں۔ کراچی میں اپنے کام سے گیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے پنڈی پھر پشاور پھر فیصل آباد پھر کراچی اور پھر لاہور یہ کانفرنسیں رکھی ہوئی تھیں۔ اتفاقاً ان کی کراچی کی کانفرنس بھی اس دن تھی انہوں نے مہربانی کی مجھے فون کر کے بلا لیا کہ نہیں آپ ضرور آئیں۔ میں نے کہا جی میں تو اپنا حصہ اس میں ڈال چکا ہوں۔ فرمایا نہیں! آپ ضرور آئیں گے۔ چلو جی چلتے ہیں۔ پھر اپنے پروگرام چھوڑ کر وہاں حاضر ہوئے' ڈیڑھ بجے تک بیٹھے رہے۔ ساڑھے دس سے ڈیڑھ بجے تک جتنے اکابرین انہوں نے بلائے ہوئے تھے سب کی تقریریں سنیں۔ آخر پر' میں نے وہیں سٹیج پر بیٹھے بیٹھے جو غزل نما نظم لکھی تھی پڑھ کر سنا دی۔ دس شعر تھے میں نے کہا آج کی تقریر یہی ہے

آج اخبار اٹھایا' پتہ چلا کہ جی ڈاکٹر صاحب کو تو سیٹ مل گئی' اب حکومت کا خزانہ ان پر بھی حلال ہو گیا' اب عدالتی نظام بھی شریعت کے عین مطابق ہو گیا' اب اگر لوگ مرتے ہیں تو بے وقوف ہیں اپنی بے وقوفی سے مرتے ہیں۔ فرانس کی ملکہ نے کہا تھا جب اسے کہا گیا کہ لوگوں کو روکھی سوکھی روٹی کھانے کو نہیں ملتی' لوگ بھوک سے مر رہے ہیں تو اس نے کہا وہ کیک کیوں نہیں کھا لیتے۔ اب اگر کوئی بھوکا مر رہا ہے تو وہ کیک کھائے۔

جو انقلاب کی راہ ڈھونڈ رہے تھے سنت نبوی ﷺ میں' انہوں نے قیصر کے دربار میں عہدے لے لئے۔ چلو اللہ کرے اسی میں خیر ہو اس لئے کہ یہ کمیٹی بنی ہے اور اس میں بڑے اچھے نام ہیں' سارے ہمارے لئے محترم ہیں۔ ایک اخبار نے اندر کی بات بھی لکھ دی کہ کمیٹی کے اجلاس میں بھی بڑی دفعہ تلخی ہوئی' تو تو میں میں ہوتی رہی اور وزیراعظم صاحب بھی تماشہ دیکھتے رہے۔ ان کا تو خیال تھا کہ یہ جو باہر شور کر رہے ہیں ان کے منہ میں بھی دو ٹکڑے کیک کے ڈال دیئے جائیں یہ بھی تو شور ختم ہو جائے اب وہ کمیٹی سفارشات مرتب کرے گی پھر وہ سفارشات وزیراعظم کے مشیر دیکھیں گے' پھر وہ قومی اسمبلی کے پاس جائیں گے اور اس قطار میں لگ جائیں گے جس میں شریعت بل لگا ہوا ہے۔

قرآن نے کسی کمیٹی کا تذکرہ نہیں کیا

قرآن نے بغیر لگی لپٹی کے بڑی سیدھی بڑی سادہ بات کہی ہے کہ ان سے جب کہا جائے اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینہم۔ جب انہیں یہ دعوت دی جائے کہ آؤ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کو تم پر نافذ کیا جائے لیحکم بینہم تم پر حکومت قائم کی جائے اللہ کے حکم کی اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قانون کی۔ قالو اسمعنا واطعنا۔ وہ کہتے ہیں جناب

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اس میں درمیان میں کمیٹی نہیں بنتی۔ یہ کمیٹیاں' ان کے اجلاس' ان کے ٹی اے ڈی اے' ان کے لئے وہ صوفہ سیٹ' ان کے لئے گاڑیاں' ڈرائیور' ان کا کھانا پینا' جب وہ بھی سارا اسی سودی نظام سے ہے' اسی ہاتھی کی لاش کو کھا کر اس کی مرہم پٹی کا انتظام کون کرے گا۔ لیکن اللہ کرے یہ کمیٹی کامیاب ہو جائے گو کہ ملی یکجہتی کونسل کا بیان

آج میں نے پڑھا ہے انہوں نے کہا جناب یہ تو ہم پر "سوکن" آ گئی ہے ہم جو بیٹھے تھے مشورے دینے کے لئے تو بھئی بانٹ کر کھاؤ دین تو ویسے گیا دنیا پہ کیوں لڑتے ہو۔

اب بھلا بتاؤ کس سے اتحاد کریں؟ ان کے تو گھٹنوں میں جان نہیں ہے۔ ایک نکیل انہیں ڈال دی جائے سرکاری عہدے کی تو ان کے زانو اونٹ کی طرح دہرے ہو جاتے ہیں۔ میری ذاتی رائے میں اب کسی ان پڑھ کو تلاش کرو' کوئی بادیہ نشین بدو ہو جو مفادات پہ بک نہ سکے اور جو دوسری بات نہ کرے سیدھی سی بات کرے کہ یا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم نافذ کرو اور یا تلوار ہے میدان میں آجاؤ۔ الاخوان المسلمین نے مصر میں انقلاب بپا کیا' بڑی محنت کی انہوں نے۔ شہنشاہیت تھی وہاں اور شہنشاہ فاروق مصر کا آخری تاجدار بڑے مزے کا آدمی تھا وہ صرف حکومت کرتا تھا' کسی کو کچھ نہیں کہتا تھا۔ کوئی لوٹتا ہے کوئی لٹتا ہے' کوئی مارتا ہے کوئی مرتا ہے' کوئی رشوت لیتا ہے کوئی نہیں لیتا وہ لوگوں کی اپنی گردن پہ وبال ہوگا وہ صرف حکومت کرتا تھا اور مزے لیتا تھا' جس طرح ہمارے ہاں ہر اتحاد ہر کمیٹی اس وقت بنتی ہے جب حکمرانوں کو جان کا خطرہ پڑ جائے اور یہ کمیٹی اسلام نافذ کرنے کے لئے نہیں بنی۔ یہ جو لشکر جھنگوی نے ہٹ لسٹ شائع کی ہے نا اس پر یہ کمیٹی بنی ہے کہ یار انہیں سمجھاؤ ہمیں نہ ماریں۔ ہمیں موج کرنے دیں' مارنے کے لئے چودہ کروڑ لوگ انہیں دیئے ہیں' پھر کیوں کہتے ہیں نواز شریف کو ماریں گے' شہباز شریف کو ماردیں گے' یہ چودہ کروڑ کوئی مرگئے ہیں۔ کمیٹی اس لئے بنی ہے کہ اس کو روکا جائے۔ یہ جو ہٹ لسٹ آئی ہے اور وہ اخبار میں بھی آگیا میری ہی بات نہیں ہے میں نے آج کی اس صحافت میں دیکھا کہ جناب وہ ہٹ لسٹ کے بارے بات تو برطانوی پریس نے شائع کی کیونکہ یہاں تو حکمرانوں نے پریس کنٹرول کر رکھا ہے تایہاں انہوں نے شائع نہ ہونے دی' برطانیہ والوں نے وہاں شائع کر دی کہ لشکر جھنگوی نے ہٹ لسٹ شائع کی ہے اور سرفہرست وزیراعظم صاحب کا اور ان کے بھائی کا نام نامی ہے کہ انہیں نہیں چھوڑیں گے کیونکہ انہوں نے ہمارے بندے بلا تحقیق پولیس مقابلوں میں مروائے ہیں بغیر کوئی الزام ثابت کئے لہٰذا ہم انہیں ماریں گے۔ اب اسے روکنے کے لئے یہ ساری کمیٹیاں بن رہی ہیں' لیکن میرا خیال یہ ہے کہ لشکر جھنگوی کا تعلق ان کمیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں ہے وہ بھی کوئی انڈی پینڈنٹ گروپ ہے اور وہ اپنا کام اپنے طور پر کرتے ہیں شاید یہ کمیٹیاں ان کی دیوار بنیں یا نہ بنیں یہ ایک الگ موضوع ہے لیکن وہ ایک شاعر نے کہا تھا

اک ذرہ سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
ہاں مگر اچھا ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

چلو اور تو جو بھی ہوا کہ ہمارے بڑے بڑے متقی اور پارسا میں نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ پہلے ہم نے آج تک دیکھا کہ فتویٰ بکتا ہے' لوگ پیسے دیتے ہیں فتویٰ خریدتے ہیں اب وہ دور آگیا کہ اب تقویٰ بکتا ہے۔ اب مفتی خود بنفس نفیس چلا جاتا ہے سرکار کی گود میں تو حضور قومی نقصان تو ہوا کہ بہت سے دینی لیڈر' لیڈران کرام' پہلے کچھ کو ملی یکجہتی کونسل لے گئی تھی جو اس سے بچے انہیں اب یہ نئی اتحاد کمیٹی لے گئی' جو دو چار باقی ہیں ایک اور کمیٹی بن جائے گی اللہ کرے گا کہ میدان بدوؤں کے لئے' ان پڑھوں کے لئے' دیہاتیوں کے لئے صاف ہو جائے گا۔ یہ اچھا ہو رہا ہے۔ یہ وہ دیواریں ہیں جو لوگوں کے راستوں میں کھڑی ہیں۔ بڑے بڑے نام لیکر لوگ کہتے ہیں جی حضرت فرمائیں گے تو حضرت کو اللہ نے توفیق دی انہیں جہاں جانا تھا حضرت تشریف لے گئے لیکن یہ قوم اتنی سادہ ہے کہ بڑے دور کی بات نہیں ہے کل کی بات ہے بے نظیر کی حکومت برخواست کر دی جناب فاروق لغاری صاحب نے اور جناب حکمران تھے واحد پورے ملک کے اور میں حاضر ہوا قصر صدارت میں اور میں نے تین باتیں عرض کیں آج وہ بھی زندہ ہیں ہم بھی موجود ہیں اور وہ بھی ہم جیسے ہیں کیونکہ ہم بھی پبلک میں شور کرتے ہیں وہ بھی وہیں ڈگڈگی بجا رہے ہیں ہم اور وہ برابر ہیں تو اب بھی بات ہو سکتی ہے اگر غلط کہوں تو وہ بتا سکتے ہیں میں نے عرض کیا۔

جی پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ یہ الیکشنوں میں کیوں پڑتے ہیں اگر آپ نے حکومت معطل کر دی اور کی اس لئے ہے کہ حکومت بددیانتی کر رہی تھی اور ملک دیوالیہ ہونے کو تھا تو اس بددیانتی کا احتساب کیجئے اور دیانت دار کیجئے اور پوری بے رحمی سے کیجئے اور ساری جماعتوں کا کیجئے چونکہ آپ تو صدر ہیں پاکستان کے کسی جماعت کے نہیں ہیں اور ساری دنیا اب اس بات کا انتظار کر رہی ہے کہ کوئی تو چوروں کو پوچھے۔ کہنے لگے' جی! یہ میرا کام نہیں ہے' نئی حکومت بنے گی تو میں اس کی رہنمائی کروں گا۔ وہ کرے گی ٹھیک ہے بھائی۔ پھر آپ ایسا کریں کم از کم رمضان میں الیکشن نہ کرائیں۔ وہ جی آئین میں لکھا ہوا ہے نوے دن کے اندر اندر ہونا ہے۔ میں نے کہا نوے دن کے اندر لکھا ہوا ہے تو چلو پورا رمضان نہیں تو اعتکاف کے دس دنوں سے تو پہلے کرلیں کہ یہ اعتکاف کے دنوں میں تو نہ ہو۔ نہیں جی! دیکھیں نا! ہم جب کہہ چکے ہیں تو مجبوری بن گئی۔ ٹھیک ہے میں نے کہا' حضور آئین میں

کچھ شرائط بھی لکھی ہوئی ہیں امیدواروں کی' دفعہ باسٹھ اور تریسٹھ اس آئین کا حصہ ہے جس میں دیا ہوا ہے کہ یہ شرائط پائی جائیں گی اور یہ خامیاں جن میں نہیں ہوں گی وہ اہل ہوں گے اس کے باوجود آپ نے اعلان کر دیا اور پھر یہی کہا کرتے تھے کہ جی یہ کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ بندہ دیانت دار ہے کہ نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ جب اقتدار پاس تھا' پورا ملک ہاتھ میں تھا' انصاف نہ دے سکے اور جب ہماری طرح ڈگڈگی بجانے پر آگئے ہیں اب کہتے ہیں لوگو! اکٹھے ہو جاؤ میں تمہیں انصاف دوں گا۔ شاباش ہے بھائی! قوم کا حافظہ بھی بلا کا ہے اب یہ وہاں بھی دھمال ڈال رہی ہے اور ڈھول بجا رہی ہے اچھل کود رہی ہے۔ کوئی فاروق لغاری آپ کو انصاف نہیں دے گا۔ ہر فاروق لغاری جو آپ ٹرائی کر چکے ہیں ہر مولوی جسے آزما چکے ہیں ہر پیر صاحب جسے آپ دیکھ چکے ہیں سیاسی لیڈر جو آزمایا جا چکا ہے پھر اس کے پیچھے کیوں جاتے ہو پرانا محاورہ ہے فارسی کا "آزمودہ را آزمودن جہل است" سب سے بڑی بے وقوفی یہ ہے کہ آزمائے ہوؤں کو آزمایا جائے۔ او دین داری تو ایک طرف' کوئی تو دانش مندی بھی ہوتی ہے۔ بے دین اور کافر بھی کام کرنے سے پہلے کچھ سوچتا تو ہے کہ یہ کروں یا نہ کروں تو خدا کے لئے قوم کو اب اس طرف بلایئے۔ کچھ سوچے تو سہی۔

انشاء اللہ العزیز یا حکمرانوں کو اسلام نافذ کرنا ہو گا اور یا انہیں قوم کے مقابل کھڑا ہونا ہو گا۔ زندگی اور موت اللہ کے اختیار میں ہے اگر اس راہ میں موت آئے تو اس سے بڑی اور نعمت کیا ہو گی' لیکن حکمران یاد رکھ لیں کہ اب وقت آ رہا ہے۔ اخوان المسلمون نے جب مصر میں انقلاب برپا کیا تو انہوں نے یہی غلطی کی کہ انہوں نے جرنل مجیب کو آگے لگا لیا وہ اسی نظام کا حصہ تھا' اسی فاروق کی فوج کا جرنیل تھا' اسی میں وہ پلا بڑھا' لیفٹیننٹ سے جنرل تک گیا' اسی مزاج کا بندہ تھا' اسی ڈگر پر اس نے چیزوں کو چلایا' اس کے ساتھ الاخوان اکاموڈیٹ نہیں ہوتے تھے جمال عبدالناصر نے الاخوان والوں کو تو پھانسیاں دیں' اخوان المسلمون والوں کو تو پھانسیاں دیں جنرل مجیب کو کیوں نہیں دی؟ اس لئے کہ ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ یہ کمال ہے جو حکومت کر رہا تھا اسے گھر میں نظر بند کر دیا گیا ساری سہولتیں مہیا کر دی گئیں اور جو ساتھ سپاہی تھے یا خادم تھے اخوان المسلمون کو ابھی تک پھانسی پر لٹکائے جا رہے ہیں جس کا پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ہے پھانسی پر لٹکا دیتے ہیں۔ اور دنیا میں جو ایذائیں جیلوں میں انہیں دی گئیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کرینوں کے ساتھ انہیں الٹا لٹکا کر کپڑے اتار کر بڑے بڑے علماء بڑے بڑے حفاظ اور مفسرین کو جلتے ہوئے سگریٹوں سے داغا جاتا تھا اور ان سے کہا جاتا تھا کہ ناصر کی شان میں گانے والی مصر کی مغنیہ کے گانے سناؤ۔

تو حضرات! ظالم حکمرانوں کے ساتھ علماء کا اس خیال سے ضم ہونا کہ ہم مشورہ دیں گے اور وہ نیک ہو جائیں گے خود کو فریب دینے والی بات ہے جو اللہ کی بات نہیں مانتے' جو اللہ کی کتاب کی بات نہیں مانتے' جو محمد رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں مانتے وہ ملاں کی بات کیوں مانیں گے؟ ان کا دماغ خراب ہے؟ اور قرآن نے یہ قانون دیا ہے' سنت نبوی ﷺ نے یہ راستہ دکھایا ہے اور اسلام کا یہ اصول ہے کہ یا اللہ کی اطاعت کریں یا مسلمانوں کی تلواروں کا سامنا کریں۔ جنہیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہے انہیں کربلا میں اترنا ہو گا۔ کوئی اور تیسرا راستہ کوئی دوسرا راستہ انقلاب کا نہیں ہے۔ حکومت ناراض ہو یا راضی رہے' حکمران اسے برا محسوس کریں یا اچھا' یہ وقت کی پکار ہے اور اگر حکمرانوں میں خلوص ہے تو حکمران کر گزریں' کون روکتا ہے انہیں۔

دیکھیں جناب وزیراعظم آٹھویں ترمیم میں سے یہ شق ختم کروانا چاہتے تھے کہ پریذیڈنٹ اسمبلی توڑ سکتا ہے اس کے لئے چودھویں ترمیم پاس کرائی گئی۔ دنیا میں سب سے تیز اور فاسٹ کام جو ہوا وہ یہ تھا کہ چھ گھنٹے کے اندر اندر وہ ترمیم قانون بن گئی۔ ہوتا یہ ہے کہ پہلے ترمیم بنتی ہے پھر وہ اسمبلی میں پیش ہوتی ہے پھر اس پر بحث ہوتی ہے پھر اسے اسمبلی پاس کرتی ہے پھر وہ سینٹ میں جاتی ہے پھر بحث ہوتی ہے پھر اسے اسمبلی پاس کرتی ہے پھر وہ سینٹ میں جاتی ہے پھر بحث ہوتی ہے پھر سینٹ پاس کرتی ہے پھر وہ صدر کے پاس جاتی ہے' صدر کو دو مہینے اختیار ہوتا ہے سوچنے سمجھنے کا' پھر اس پہ دستخط کرتا ہے تب قانون بنتا ہے۔ یہ متذکرہ ترمیم اپنے بننے سے لیکر صدر کے دستخطوں تک چھ گھنٹے میں پاس ہو گئی' اسمبلی سے بھی' سینٹ سے بھی اور صدر جو اسلام آباد نہیں تھا اپنے گھر چوٹی زیریں گیا ہوا تھا' سپیشل ہوائی جہاز لیکر وزیراعظم صاحب خود وہاں گئے' صدر سے دستخط کروا لئے' چھ گھنٹے میں قانون بن گیا جس میں تحفظ تھا وزیراعظم کے اقتدار کا۔ لیکن نفاذ اسلام کے لئے کبھی ایک کمیٹی بنتی ہے' کبھی ایک شریعت بل بنتا ہے' کبھی دوسری بنتی ہے' کبھی اس پر اعتراض ہوتا ہے' کبھی اس پر اعتراض ہوتا ہے' کیا چھ گھنٹے میں اسلام کا نفاذ نہیں ہو سکتا؟ وہی سینٹ ہے' وہی کمیٹیاں ہیں' وہی اسمبلی ہے' وہی وزیراعظم ہے۔ اب تو وہ صدر بھی نہیں رہا اب تو صدر بھی بس برائے نام رہ گیا ہے جو صدر کے پاس اختیارات تھے وہ تو ایک ایک

... کے ختم ہو گئے اب تو وہ ایک سمبل رہ گیا ہے پہلے کہتے تھے جی ربڑ سٹیمپ ہے وہ ربڑ سٹیمپ بھی نہیں رہا۔ اب تو وہ محض ایک اس کی جگہ اگر آپ کوئی روئی کا نمدہ گڈا سا بنا کر رکھ دیں تو بھی نو ... یہ جو 35 لاکھ روزانہ کا خرچ ہے صدر ہاؤس کا وہ بچ جائے گا پتہ نہیں کیا کھاتے ہیں یہ ان گھروں میں بیٹھ کر۔ ایک بندہ ایک پریذیڈنٹ آف پاکستان ہے صدارتی محل میں 35 لاکھ ایک دن کا خرچہ ہے کام کا اگر پوچھیں کہ کر کیا سکتا ہے؟ جی کر کچھ نہیں سکتا' اس کے پاس اختیار نہیں ہے۔ کمال ہے اور نہیں تو لوگوں کے نکاح ہی پڑھا دیا کرے' دین دار آدمی ہے کسی مصرف کا تو ہو' 35 لاکھ جو روزانہ اس پر خرچ ہوتے ہیں تو کچھ تو کرے۔ جی نہیں اس میں بھی عہدے کی توہین ہوتی ہے' شاباش ہے بھائی۔ جو کر سکتا ہے وہ کرنے نہیں دیتے عہدے کی توہین ہوتی ہے جو کرنے چاہئیں وہ کر نہیں سکتا تو یہ ہے' حضرات گرامی اس قوم کی روئیداد اور یہ ہے آج کا ہمارا حال۔

میں منبر رسول ﷺ پر جمعے کے مبارک دن باوضو بیٹھا ہوا خدائے واحد کو حاضر سمجھ کر آپ کو کہہ رہا ہوں کہ میری سمجھ کے مطابق سوائے جہاد کے نفاذ اسلام کا کوئی راستہ نہیں۔ ہو سکتا ہے میں غلط سوچ رہا ہوں لیکن میری سمجھ کے مطابق کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ سب وہی بد معاشی ہے' سب وہی ہیرا پھیری ہے' غریب ویسا ہی تڑپ رہا ہے' بے روزگار ویسا ہی بیکار پھر رہا ہے' مظلوم پر ظلم ہو رہا ہے' ڈاکو لوٹ رہا ہے' پریشان حال لٹ رہا ہے اور کوئی پوچھتا نہیں۔ پچھلے ہفتے یہاں دس میل کے ایریا میں میرے خیال میں دس سے زیادہ ڈاکے پڑے ہیں'

بقیہ صفحہ نمبر 16 پر

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر

تحریر۔ محمد اسلم

ایک شخص کسی سفر پر جا رہا تھا کہ راستے میں اس کی ملاقات ایک جن سے ہو گئی تھوڑی ہی دیر میں دونوں دوست بن گئے اور اکٹھے سفر کرنے لگے سردی کا موسم تھا جن کا ہمراہی آدم زاد تھوڑی دیر بعد اپنے ہاتھ ملتا اور ان میں پھونکیں مارتا اسے بار بار یہ حرکت کرتا دیکھ کر جن سے نہ رہا گیا اس نے پوچھ لیا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ آدم زاد نے کہا سردی سے ہاتھ ٹھٹھر جاتے ہیں پھونکیں مار کر انہیں گرم کرتا ہوں۔ راستے میں ایک جگہ دونوں دوست چائے پینے کے لئے رک گئے چائے والے نے گرم گرم بھاپ اڑاتی چائے کے کپ لا کر ان کے سامنے رکھ دیئے آدم زاد نے کپ اٹھایا اور پھونکیں مار مار کر چسکیاں لے کر پینے لگا جن زاد سے نہ رہا گیا کہنے لگا چائے تو پہلے ہی گرم ہے تم پھونکیں کیوں مار رہے ہو آدم زاد کہنے لگا چائے ٹھنڈی کرنے کے لئے پھونکیں مار رہا ہوں۔ جن زاد حیران رہ گیا اس نے کہا تم آدم زاد بڑے ناقابل اعتبار ہو ایک ہی منہ سے کبھی گرم کبھی ٹھنڈی پھونک مارتے ہو میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا۔ مجھے یہ حکایت ان دنوں وزیر اعظم کے بیانات سن کر یاد آ رہی ہے۔ گزشتہ سال بھارت نے ایٹمی دھماکے کئے تو ان کا جواب دینے کے لئے پاکستان نے بھی 28 مئی کو جوابی دھماکے کر کے حساب برابر کر دیا اس وقت میاں نواز شریف ایک ایسے دلیر وزیر اعظم کے طور پر عالمی سطح پر ابھرے جو وطن و قوم کی عزت و وقار کے لئے کسی بڑے سے بڑے فیصلے سے دریغ نہیں کرتے اور کسی قسم کی رکاوٹ' دھمکی یا رعب کو خاطر میں نہیں لاتے۔ قوم نے ان کی اور ان کی حکومت کی تمام نااہلیوں کو فراموش کرتے ہوئے انہیں محسن اور ہیرو کا درجہ دے دیا۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد وزیر اعظم نے ان دھماکوں کو اپنی ہر تقریر کا مصرع طرح بنا لیا ایٹمی دھماکوں کے بعد سے دو روز قبل تک ان کے ہر خطاب میں ایٹمی دھماکوں اور پاکستان کے خلاف جارحانہ عزائم رکھنے والوں کا ذکر لازمی حصے کے طور پر موجود ہے کشمیر کو آزادی دلانے کے دعوے بھی بڑھنے لگے اور وہ ببانگ دہل یہ اعلان کرنے لگے کہ کشمیر اگر آزاد ہو گا تو انہی کے دور میں ہو گا۔ پھر اچانک مجاہدین کشمیر نے بھارت کی شہ رگ دبوچ لی اور کارگل کی برفانی چوٹیوں پر قبضہ کر کے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا' بھارت کی تو ہوا خراب ہو گئی اس نے بوکھلا کر اپنی زمینی اور فضائی قوت کو کارگل واگزار کرانے کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا مگر سب بے سود رہا یوں لگتا تھا کہ مجاہدین کے قدم اب پیچھے نہیں ہٹ سکیں گے بلکہ انہیں آگے بڑھنے سے بھی کوئی نہ روک سکے گا۔ امریکہ اور یورپ کو بھی فکر لاحق ہو گئی وہ پہلے ہی مستقبل میں دنیا پر غلبہ اسلام کے خوف میں مبتلا ہیں مجاہدین کی بھارت کے خلاف اس کامیابی کو انہوں نے اسلام کی کامیابی کے پس منظر میں دیکھا اور اس کامیابی کو شکست میں بدلنے کیلئے میدان میں اتر آئے۔ اسی دوران ملکی سطح پر اس خدشے کا اظہار کیا جانے لگا کہ پاکستان مجاہدین کی بلندیوں پر حاصل کی جانے والی اس جیت کو ٹیبل پر ہار دے گا۔ ماضی میں پاکستان کے تمام حکمرانوں کی تاریخ

بقیہ صفحہ نمبر 42 پر

مجاہدین ہی ملک میں اسلام نافذ کروائیں گے

تحریر۔ محمد اسلم

مسئلہ کارگل پر پاکستانی حکومت کے خاموشی واشنگٹن معاہدہ کے بعد کارگل دراس سیکٹر سے مجاہدین کی واپسی کے غم سے سکتے کا شکار عوام رفتہ رفتہ ہوش میں آرہے ہیں اور ان کے دلوں میں حکومت کے اس اقدام کے خلاف نفرت کا کھولتا ہوا لاوا اب ابل کر باہر آنے لگا ہے پرامن احتجاج یا مظاہرہ کرنا عوام کا بنیادی جمہوری حق ہے اور نہ صرف عوام اب تک جمہوری انداز اپنائے ہوئے ہیں بلکہ حکومت بھی اب تک حکومت جمہوری اقدام پر قائم ہے۔ جوں جوں عوام کے احتجاج میں اضافہ ہو رہا ہے حکومت کی جانب سے اپنے اس اقدام کو درست اور جائز قرار دینے کا سلسلہ بھی زور پکڑتا جا رہا ہے۔ گزشتہ روز پاکستان کی ایک روحانی جہادی جماعت تنظیم الاخوان کی جانب سے بھی ایک احتجاجی ریلی نکالی گئی جس کی قیادت سابق سینیٹر طارق چوہدری کے علاوہ صوبائی صدر منور حسین کلو' کرنل ریٹائرڈ غلام سرور اور دیگر مقامی راہنما کر رہے تھے۔ ریلی کے شرکاء کا ڈسپلن دیکھ کر فوج کے ڈسپلن کا خیال آتا ہے یہ لوگ یوں تو احتجاجی مظاہرے میں شریک تھے لیکن قائدین کے اشاروں پر عمل کر رہے تھے امیر الاخوان اکرم اعوان کے فرمان کے مطابق یہ مجاہد ہیں وہ مجاہد جو پاک ملک سے کافرانہ نظام کو اکھاڑ کر اللہ کا نظام نافذ کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں بظاہر عام شہری دکھائی دینے والے ڈسپلن کے مجاہدے میں پکے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ تنظیم الاخوان کے راہنماؤں نے حسب سابق انتہائی بیباکی سے موجودہ حکمرانوں پر الزام عائد کیا کہ انہوں نے قوم کی لوٹی ہوئی دولت چونکہ امریکہ اور امریکہ کے زیر اثر بنکوں میں چھپا رکھی ہے لہٰذا امریکہ جب چاہتا ہے ان سے اپنی مرضی کے فیصلے کروا لیتا ہے امریکہ اسلام کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتا وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کو بھی نوشتہ دیوار سمجھتا ہے اور اسے یہ اندازہ بھی خوب ہے کہ اس کا آغاز ایشیاء کے اسی خطے سے ہوگا لہٰذا وہ یہاں اسلام کو زیادہ سے زیادہ کمزور کرنے میں مصروف ہے اسے مسلمانوں کی جہادی قوت اور روح سے خوف محسوس ہوتا ہے اسے صلیبی جنگوں کی تاریخ ازبر ہے اب بھی اسے خواب میں مسلمان مجاہد ڈراتے ہیں ان کے خوف کا اندازہ لگائیے اکیلے اسامہ بن لادن کا خوف انہیں مارے ڈالتا ہے اور اسے مارنے کے لئے وہ پوری دنیا کو مارنے جتنا سامان جنگ اٹھائے مارے مارے پھرتے ہیں۔ یہ امریکی نہیں چاہتے کہ مسلمان مجاہد اتنے مضبوط ہو جائیں کہ فطرت اور سائنس کی تمام رکاوٹیں پھلانگتے ہوئے کارگل اور دراس جا پہنچیں پھر اس سے آگے اور آگے بڑھتے چلے جائیں وہ ان مجاہدین سے خائف کیوں نہ ہو جن کے جذبہ جہاد نے روس جیسے سپرپاور کو ریختہ ریختہ کر دیا اور پھر امریکہ کی مدد کے بغیر وہاں امن بھی قائم کر دکھایا اور اس کی کسی بلیک میلنگ کا شکار بھی نہیں ہوئے امریکہ کو معلوم ہے کہ مجاہد جہاد نہیں کرتے بلکہ جہاد مجاہد خود بخود پیدا کر دیتا ہے یہ سروں کی فصل جتنی کاٹے جاؤ بڑھتی جاتی ہے اور پھر اتنی بڑھ جاتی ہے کہ کاٹنے والے ہاتھوں کو توڑ کر پھینک دیتی ہے اسی لئے امریکہ کے مغرور صدر امریکہ نے پاکستان کے وزیراعظم کو تین گھنٹے دیئے۔ شاید ہی اتنا وقت کسی امریکی صدر نے کسی پاکستانی سربراہ کو دیا ہو۔ وزیراعظم کو جہاد اور مجاہدین کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جانا چاہئے تھا جن کی چھوٹی سے فتح نے انہیں امریکی صدر کے پہلو میں لے جا بٹھایا تھا اگر یہ ذرا سی بہادری اور صبر کا مظاہرہ کرتے تو دیکھ لیتے کہ امریکی صدر ان کے پاؤں میں بھی بیٹھ جاتا مگر انہوں نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑا چلا لیا۔ حکمران کہتے ہیں عوام نے برا نہیں منایا لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے لئے برا تو ہو چکا انہوں نے جو کچھ کیا وہ مسلمانوں کی فطرت' غیرت اور حمیت کے منافی ہے۔ ان میں جہاد کی روح پیدا ہو رہی ہے کیونکہ وہ ذلت کی زندگی سے شہادت کی زندگی کی اہمیت کو اچھی طرح جانتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ صرف اسلام میں ہی ابدی زندگی کا فارمولا موجود ہے جو جہاد کی راہ پر چلتے ہوئے شہادت کا حصول ہے۔

تنظیم الاخوان پچھلے طویل عرصے سے حکومت سے مطالبہ کر رہی ہے کہ وہ انتخابی منشور کے مطابق ملک سے موجودہ نظام کو فتح کر کے نظام اسلام نافذ کرے کیونکہ یہی ہمارے مسائل کا حل ہے اور جب تک ہم اسے نہیں اپنائیں گے دربدر پریشان پھریں گے۔ حکومت نے کشمیر میں مجاہدین

بقیہ: صفحہ نمبر [illegible] پر

ہوک اٹھی ہے دل زار میں

ہوک اٹھی ہے دل زار میں آقاؐ پھر سے
اک پڑوسی ہے تیرے شہر سے ہو کر آیا

اے خوشا روز تیرے شہر کو دیکھوں میں بھی
ہو کبھی سر پہ میرے تیری گلی کا سایہ

قافلہ بڑھتا رہے سوئے مدینہ جیسے
ذوق یہ کہتا رہے آیا مدینہ آیا

ہو گا زندوں کو بھک جانے کا خدشہ ہو گا
ہے در یار کو جاں ہار کے ہم نے پایا

کان آہٹ پر، نظر در پہ لگی رہتی ہے
آکے کہہ دے یہ کوئی تیرا بلاوا آیا

نقش پا پر تیرے یہ جان لٹا کر آقاؐ
راز جینے کا پس مرگ جہاں میں پایا

آ کہ سیماب کریں نعت سے ان کی روشن
اپنی گلیوں پہ ہے کیوں پھر سے اندھیرا چھایا

فقیر سیماب اویسی

کھلا دشمن

حافظ محمد عتیق الرحمٰن

"اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر مت چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

ترجمہ کے لحاظ سے یہ موضوع نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ بالکل اسی طرح زندگی کی دشوار گزار راہوں میں اس کی افادیت اور اہمیت اٹل اور ہمہ گیر حقیقت رکھتی ہے۔ اس روشن اور مسلم حقیقت کے بغیر کارگہ زیست کا مسافر ایک قدم بھی منزل کی طرف دلجمعی سے نہیں چل سکتا۔

صحیفہ آسمانی کی اس پر مغز آیت کریمہ کے مطالب ومفاہیم پر غور کرتے ہیں' دیکھیں کہ یہ ہم سے کس بات کا تقاضہ کرتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے یاایھا الذین امنوا اے وہ لوگو جن کو نور ایمان نصیب ہوا۔ جن کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ جنہوں نے رسالت محمدیؐ کو قبول کیا۔ سینے سے لگا لیا۔ لاتتبعو خطوت الشیطن خبردار شیطان کی پیروی نہ کرنا۔ شیطان کے قدموں پر نہ چلنا۔ کیوں؟ اس لئے کہ انہ لکم عدو مبین وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کی دشمنی کسی معین عرصہ یعنی ایک دو دن چند مہینے یا سال دو سال کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ تمہارا ازلی وابدی دشمن ہے۔

روز اول' تخلیق آدم کی تکمیل پر جب ملائکہ کو سجدہ آدم کا حکم ملا تو ملائکہ نے حکم کی تعمیل کی۔ مگر اس نے انکار کیا کہ میں آگ سے بننے کے باعث مٹی سے بننے والے آدم سے ارفع واعلیٰ ہوں۔ آگ مٹی کے سامنے جھک نہیں سکتی۔ اسی کو قرآن حکیم نے کتنے انوکھے انداز میں فرمایا۔ ابی واستکبر وکان من الکافرین اس نے انکار کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ ابلیس نے جو دلائل گھڑے۔ رب العالمین نے اس کا چھوٹا جامع اور مختصر جواب دیا۔ فاخرج منھا میری بارگاہ سے تم نکال دیئے گئے ہو' رد کر دیئے گئے ہو۔ اور تم ہمیشہ کیلئے مردود ہو اور قیامت تک کیلئے تمہارے لئے کوئی لمحہ واپسی کا نہیں رہا۔

شیطان نے گمراہی پر اصرار کرتے ہوئے کہا کہ بار الہا! مجھے قیامت تک کیلئے لوگوں کو گمراہ کرنے کی مہلت عطا فرما۔

اسی لئے تو رب کریم نے فرمایا کہ خبردار' شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس کی پیروی کرتے ہوئے بے حیائی اور بری باتوں کی طرف نہ جانا۔ نبی کریمؐ نے فرمایا نکاح میری سنت ہے۔ جس نے اس سے منہ موڑا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ نکاح کے وقت شیطان سر پیٹ کر کہتا ہے کہ اس نے مجھ سے اپنا ایمان بچا لیا۔ کیونکہ بے حیائی سے بچنا' شیطان سے بچنا ہے' عدل وانصاف رحمان کا راستہ ہے اسی لئے حکم ہے عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اس کے برعکس ظلم وستم شیطان کی پیروی ہے۔

شراب ونشہ بھی شیطانی راستے ہیں جن پر چل کر انسان مدہوش ہوجاتا ہے پھر قتل وغارت گری سمیت بے حیائی و بے غیرتی کی تمام حدود پھلانگ جاتا ہے۔ اسی لئے رحمان کے راستے کی پکار ہے۔ یقیناً" شراب اور جوا بت پانسے سب ناپاک شیطانی اعمال ہیں ان سے اجتناب کرو۔ ان سے بچ کر چلو۔ رحمانی احکام پر نظر رکھو کیونکہ رحمان کا حکم ہے۔

بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اور جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔

شیطان ہمیں سود خوری کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ جبکہ سود اللہ اور رسولؐ سے کھلی جنگ ہے۔ سود کھانے سے انسان شیطانی حواس اپنا لیتا ہے۔ حرام پرورش کا ڈھانچہ کبھی بھی حلال فعل سرانجام نہیں دے سکتا۔ شیطان ہمیں محتاجی وغربت کا خوف دلاتا ہے جبکہ پروردگار صدقہ اور فی سبیل اللہ کے ذریعے فضل کا وعدہ کرتا ہے۔

الغرض شیطان ہمیں نفس پروری' ملک گیری' سمگلنگ' چور بازاری' شراب نوشی' قمار بازی' بلیک مارکیٹنگ' حرام خوری جیسی لعنتوں کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ جس کا انجام دہکتی ہوئی آگ ہے۔ جبکہ رحمان ہمیں والدین کی خدمت' رشتہ داروں اور مسلمانوں کے حقوق' عدل وانصاف' محبت واخوت کا درس دیتا ہے اور زور دیتا ہے کہ "نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو۔ اور برائی سے تعاون نہ کرو"۔

اللہ عمل کی توفیق دے اور شیطان سے بچائے وہ ہمیں محمد عربیؐ کی اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

بقیہ۔ مجاہدین ہی ملک میں اسلام نافذ کروائیں گے

کی راہ جہاد کاٹ کر ایک سنگین خطرے کو دعوت دی ہے لاوے کو جب باہر کی جانب راہ نہیں ملے گی تو وہ اندر کی جانب نکلے گا اور سب کچھ راکھ کر دے گا۔ تنظیم الاخوان نے بھارت کے ساتھ جنگ کی صورت میں حکومت کو دو لاکھ مجاہدین دینے کی پیشکش کی تھی یہ دو لاکھ مجاہدین اب اپنے جذبہ جہاد کی تسکین کا کیا سامان کریں گے ان کے جذبے کو کشمیر کا معرکہ بھڑک اٹھنے اور اس پر حکومت کی بڑھکوں سے مہمیز ملی تھی۔ یہ بھڑکتے جذبے اب لبوں سے عیاں ہونے لگے ہیں نجانے کب بازوؤں میں پھڑکنے لگیں اور جب ایسا ہوا تو اور کچھ ہو نہ ہو پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی ملک ضرور بن جائیگا انشاء اللہ!

○ بے نمازی کی عمر میں برکت نہ ہوگی
○ صالحین کی علامت بے نمازی کے چہرے سے مٹادی جائے گی

خاتون ـ معمارِ قوم

ثمینہ اعجاز

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز خواتین و حضرات۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

شاعر مشرق کا معروف شعر ہے:۔

آغوش صدف جس کے مقدر میں نہیں ہے
وہ قطرہ نیساں کبھی گوہر نہیں بنتا

حاضرین کرام!

جس طرح کوئی بھی قطرہ نیساں آغوش صدف کے بغیر گوہر نہیں بنتا اسی طرح صدف کو بھی اپنی بقا کے لئے قطرہ نیساں کو گہر کا مقام دینے کے لئے سازگار ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ ہر بڑے مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر برے مرد کے پیچھے بھی ناقص تربیت کار فرما ہوتی ہے۔

معزز خواتین و حضرات!

عورت اس کائنات کی وہ ہستی ہے جس کے پاس بچہ معاشرے کی امانت ہوتا ہے اور وہ قوموں کی تشکیل و تعمیر کے لئے بچے کو انسان کا روپ دیتی ہے۔ لہذا یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ بہترین مائیں بہترین قومیں تشکیل دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ عورت جو معاشرے و قوم کے لئے اہم ترین حیثیت رکھتی ہے خود اپنے تشخص کے لئے بہترین ماحول کی متقاضی ہے۔

حاضرین کرام!

اگر ہم قوموں کی تاریخ پہ نظر دوڑائیں تو ہمیں یہی عورت کبھی سربازار بکتی ہوئی نظر آتی ہے اور کبھی اپنی تحقیر و تذلیل کی وجہ سے اپنی ہی نظروں میں گرتی دکھائی دیتی ہے کہیں اسے کوٹھے کی زینت بنایا گیا ہے اور کہیں زندہ درگور کیا گیا ہے۔ کہیں یہ بھیڑ بکریوں کی طرح وراثت میں تقسیم ہوتی نظر آتی ہے اور کہیں وراثت کے حق ہی سے محروم دکھائی دیتی ہے۔ کہیں اس کا وجود باعث شرم سمجھا گیا ہے اور کہیں اس کا بدن سامان تعیش گردانا گیا ہے۔

حاضرین کرام!

اس عورت کو اگر تحفظ کی آغوش اور مضبوط حصار فراہم کیا ہے تو صرف اور صرف اسلام نے۔

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ رسول اللہ ﷺ کو زمانہ جہالت میں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کرنے کا واقعہ سنا رہے تھے۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ وہ ہستی جو کڑے سے کڑے امتحان اور سخت سے سخت آزمائش کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی طرح سینہ سپر ہو جاتی تھی یہ واقعہ سن کر آبدیدہ ہو گئی۔

حاضرین کرام!

اس ہستی مبارک کے یہ مقدس آنسو جو اس معصوم بچی کے لئے بے اختیار رخ انور پہ بہہ نکلے، رہتی دنیا تک کے لئے خواتین کے حقوق کی دستاویز کی روشنائی بن گئے۔

وہ عورت جو باعث ننگ سمجھی جاتی تھی، اسلام نے بیٹی کے روپ میں رحمت قرار دی، ماں کے رشتے میں حصول جنت کا ذریعہ بناتے ہوئے جنت اس کے قدموں تلے بچھا دی، بیوی کے روپ میں اسے وجود کا حصہ قرار دیا اور بہن کے روپ میں اتنا احترام بخشا کہ خود رسالت مآب ﷺ اپنی رضاعی بہن کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

اور تاریخ زمانہ شاہد ہے کہ اسی عورت کو جب اس کا اصل مقام دیا گیا تو یہی عورت کبھی حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے روپ میں میدان کارزار میں مرہم پٹی کرتی دکھائی دیتی ہے اور کبھی حضرت عمارہؓ کے روپ میں کفار کے وار روکتی نظر آتی ہے۔ کبھی حضرت صفیہؓ کے روپ میں دشمنان اسلام کے سر قلم کرتی دکھائی دیتی ہے۔ کبھی فاطمہ بنت عبداللہ کی شکل میں طاغوتی قوتوں کے خلاف سینہ سپر نظر آتی ہے اور کہیں حضرت خولہ کے روپ میں کفر کی یلغار کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جاتی ہے۔ اسی عورت نے اپنے باپ، بھائی اور خاوند کے راہ خدا میں قربان ہو جانے کی خبر کو نوید سعید سمجھا اور رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کو اپنے لئے ذریعہ حیات گردانتے ہوئے بے اختیار کہہ اٹھی۔

باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی قربان ہے
اے شہہ دینؐ تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

وہ نام نہاد دانشور جو عورت کو اسلام سے خائف کرنے کے لئے یہ تاثر دیتے ہیں کہ اسلام عورت کو محبوس و مقید کر دیتا ہے انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسی اسلام کا ایک بڑا حصہ احادیث کے روپ میں ہم تک ایک عورت کے ذریعے پہنچا ہے۔

وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ اسی اسلام نے عورت کو باپ کی وراثت میں حصہ دار قرار دیکر بھائیوں سے بہنوں کا وجود تسلیم کروایا اور حق مہر کے حقوق بخش کر خاوند سے اس کی حیثیت اور تشخص منوایا۔ حاضرین کرام! ان نام نہاد فلاسفروں کو یہ بھی یاد رکھنا ہوگا کہ اسی اسلام نے پہلی مرتبہ مرد کے سامنے عورت کی تعلیم کو لازمی قرار دیا اور کسی بھی شعبہ زندگی میں بوقت ضرورت اس کا حصہ لینا ممنوع قرار نہیں دیا۔

ہاں اسلام نے عورت کو انمول گردانا۔ اسے نایاب سمجھا۔ اس کی نزاکت کو تسلیم کیا اور اسے گرانقدر سمجھتے ہوئے مستور رہنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ کوئی بھی ذی شعور اپنی قیمتی اور نایاب چیز کو تشت ازبام کرنا پسند نہیں کرتا۔

یہ نام نہاد دانشور جن قوموں کی تقلید اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں انہیں عورت کو نام نہاد آزادی دلانے کیلئے گھر کی چار دیواری سے باہر نکال لانے والے یورپ کی عبرتناک صورتحال خوب دیکھ لینی چاہئے جہاں آج کوئی عورت کسی کی بیٹی نہیں' کسی کی ماں نہیں' کسی کی بہن نہیں۔

معزز خواتین وحضرات!

آج جب وقت ہمیں دوبارہ اس دوراہے پر لے آیا ہے کہ گھر تو گھر عورت قبر میں بھی محفوظ نہیں رہی اور اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایسے ایسے ناقابل بیان واقعات رونپذیر ہونے لگے ہیں کہ تقریباً" ہر شخص بیٹی کی پیدائش پر اس رحمت خداوندی پر سربجود ہونے کی بجائے تفکرات کی وجہ سے سرنگوں ہو جاتا ہے۔

اور آج ایک مرتبہ پھر بیٹیاں بوجھ بن گئی ہیں' بہنیں گراں گزرنے لگی ہیں۔ مائیں اپنا تقدس کھو رہی ہیں اور بیویاں عدم تحفظ کا شکار ہو گئی ہیں۔

وہ سرزمین سندھ جہاں سے ایک بیٹی کی پکار حجاج بن یوسف جیسے سخت گیر اور فولادی حاکم کا جگر چیر کر محمد بن قاسم کو سرزمین عرب سے کھینچ لائی تھی آج وہی سرزمین اپنی ہی بیٹیوں پہ تنگ ہونے لگی ہے۔ آج پھر عورت سامان داد ودہش قرار پائی ہے اور آج پھر وہ کھلے آسمان تلے برہنہ پا ہے لہٰذا آج پھر عورت کو اپنی بقا کے لئے' اپنے تحفظ کے لئے' اپنی سلامتی کے لئے' اپنی عزت کے لئے اسلام کی ضرورت ہے۔

نظام اسلام کی ضروت ہے

معزز حاضرین کرام!

میں الاخواۃ کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کو یہ یقین دلاتی ہوں کہ بقائے انساں کے لئے' فلاح انساں کے لئے آج بھی معرکہ حق وباطل رونما ہوا تو ہم حضرت زینبؓ کی جرات ودلیری' حضرت صفیہؓ کی بہادری اور حضرت عمارہؓ کی شجاعت کی سنت پہ عمل پیرا ہوتے ہوئے انہیں مایوس نہیں کریں گی۔

اغیار اس غلط فہمی کا شکار نہ رہیں کہ ہم باپردہ خواتین گھروں میں مقید ہیں۔ اسلام نے ہمیں چادر اور چار دیواری کا آبرومندانہ تحفظ فراہم کیا ہے اور اسی تحفظ نے ہمیں اتنا اعتماد بخشا ہے کہ ہم بڑی سے بڑی باطل قوت سے ٹکرانے کی ہمت رکھتی ہیں۔

طاغوتی قوتیں یہ جان لیں کہ ہم فقط گھر کی آرائش ہی نہیں جانتیں ہمیں کربلا سجانا بھی خوب آتی ہے۔

آخر میں میں اپنی بہنوں سے فقط یہ کہوں گی

نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

لودھی برادرز
ہول سیل ڈیلر
لائٹ ڈیزل' کیروسین' فرنس آئل' موبل آئل
PSO
ڈسٹری بیوٹر PSO
پروپرائیٹرز
شمس الرحمن خاں لودھی
نور الرحمن خاں لودھی
حفیظ الرحمن خاں لودھی
لال ملز چوک فیکٹری ایریا فیصل آباد
فون:۔ 618946-624353' موبائل:۔ 0341-7651946

حاصل نجات کی جائے

دلوں کے زنگ سے حاصل نجات کی جائے
کسی فقیر' قلندر سے بات کی جائے

سجایا جائے ترا نام خانہ دل میں
ترے ہی ذکر سے روشن یہ رات کی جائے

اٹھو کہ زندگی مہلت نہیں دیا کرتی
چلوں کہ عمر بسر ان کے ساتھ کی جائے

اگر حصول دل دوستاں نہیں ممکن
تو دشمنوں سے ہی الفت کی بات کی جائے

جہاں میں اہل نظر کم ہیں' کم نظر ہیں بہت
سو بات بات پہ ارزاں نہ ذات کی جائے

تمہارے پاس اگر صبح کی نوید نہیں
تو کس گماں پہ نظر بے ثبات کی جائے

بڑے گھمنڈ سے پھرتے ہو کج کلاہ ہو کر
یہ فتح اصل میں ٹھہری ہے مات کی جائے

چلو اکھاڑ کے رکھ دیں نظام باطل کو
یہ موت ہے تو اسی پر حیات کی جائے

یزید وقت جہاں مدتوں سے قابض ہے
ہمارے نام وہ نہر فرات کی جائے

عجیب طرفہ تماشا ہے اس نگر میں اویس
ہمی نشانہ بنیں جو بھی گھات کی جائے

ڈاکٹر اویس المصطفےٰ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان
جلسہ الاخوان فیصل آباد 9-4-99

شہادت کیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ○

تیری الفت نے ہمیں کس طور سکھایا جینا
ہم تو مر جاتے ہمیں اور سکھایا جینا

حضرات علماء کرام' برادران اسلام لائق احترام ماؤں بہنو! بیٹیو' اسلام علیکم!

زندگی کا ایک رخ یہ ہے جسے میڈیکلی یا ڈاکٹروں کی زبان میں حیات کہا جاتا ہے' جسے عام آدمی زندگی سمجھتا ہے' جسے ساری نسل آدم علیہ السلام زندگی گردانتی ہے جو سب کے سامنے ہے' لیکن خالق کائنات نے' دنیا کے خالق' دنیا والوں کے خالق' ان کی حیات کے خالق' ان کی موت کے خالق نے اعلان فرمایا کہ ایک زندگی اور بھی ہے۔ وہ اتنی اعلیٰ وارفع ہے کہ زندہ لوگ' زمین پر بسنے والے لوگ' چلتے پھرتے کھاتے پیتے لوگ' اپنے شعور سے' اپنی فکر سے' اپنی عقلی وسعتوں سے' اپنی مشینوں سے' اپنے ادراک سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور وہ اتنی ارفع اور اعلیٰ زندگی ہے کہ مخلوق کے تصور سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی ایسی زندگی ہے تو وہ کہاں ہے' اس کی خبر کیا ہے' اس کا پتہ کیا ہے' وہ کس دکان سے ملتی ہے' وہ کس دوا سے حاصل ہوتی ہے' اس کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا! اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میری راہ میں میرے محبوب ﷺ کی اتباع میں احقاق حق کے لئے' ابطال باطل کے لئے جو جانیں نچھاور کر دیتے ہیں' جنہیں بظاہر مردہ تصور کر لیا جاتا ہے' جن کے وجود کے پرخچے اڑ جاتے ہیں' خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں' جنہیں جنازہ پڑھ کر دفن بھی کر دیا جاتا ہے فرمایا!

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا- ان کے لئے یہ تصور بھی کرنا کہ وہ مر چکے ہیں حرام ہے۔

حضرات گرامی! کہا یہ جائے گا کہ میں نے بڑی سخت بات کی' بڑی سخت کلامی ہوئی' ایجنسیاں رپورٹ کریں گی' بڑی تیز گفتگو کی' لیکن حق یہ ہے کہ ہم آج تک کچھ نہیں کر سکے۔ یہ خطہ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور پھر اس میں بسنے والے سارے مسلمان ہوں تو کتنی زیادتی کی بات ہے کہ اس پر حکمرانی کفر کی ہو' یہود ونصاریٰ کے بنائے ہوئے نظام کی ہو۔ کون نہیں جانتا کہ انگریز نے برصغیر مسلمانوں سے چھینا' مسلمانوں کی حکومتیں ختم ہوئیں اور برصغیر پر کافر کا قبضہ ہوا' مغربی طاقتوں کا قبضہ ہوا' انگریز کا قبضہ ہوا اور سارے نظام ختم کر کے انگریز نے انڈیا کے لئے ایک نظام وضع کیا جو لگ بھگ 1830ء 1835ء سے لیکر 1885ء تک یا 1887ء تک مکمل ہوا۔ کیسی عجیب بات ہے برٹش چلا گیا' برٹش انڈیا ختم ہو گیا' آج برٹش انڈیا کا وجود نہیں ہے' آج بنگلہ دیش ہے' بھارت ہے' پاکستان ہے' کشمیر ہے' لیکن برٹش انڈیا نہیں ہے۔ برٹش انڈیا تو برصغیر کا نام تھا جو تقسیم ہو گیا۔ آج نہ برٹش ہے نہ انڈیا ہے لیکن برٹش کا بنایا ہوا وہ ظالمانہ نظام آج بھی ہماری گردنوں کا طوق بنا ہوا ہے۔

جانباز صاحب (غیاث الدین جانباز) کہتے ہیں کہ صدر پاکستان سنت نبوی علیہ الصلواۃ والسلام (داڑھی) رکھے ہوئے ہیں (بہت اچھی بات ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ کوئی شخص تو ہے جس کے چہرے مہرے سے اسلام ظاہر ہوتا ہے) اب تو ان کے لئے بھی خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں ریاض بسرا کے دھوکے میں مارے نہ جائیں کیونکہ ان کے گرد بھی سیکیورٹی انہی لوگوں کی ہوتی ہے ہاں ایک بچت انہیں ہے کہ ابھی کالی داڑھیوں والے شکار ہوئے ہیں الحمدللہ صدر گرامی کی داڑھی سفید ہے اللہ کارساز ہے ان کے لئے بچت کا ایک سبب بنا دیا لیکن کل کلاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اب ریاض بسرا کی داڑھی سفید گئی ....

حضرات گرامی جہاں انصاف کا یہ عالم ہو کہ جو ادارے اس لئے وجود میں آتے ہیں کہ عام آدمی کو تحفظ فراہم کریں' وہی عام آدمی کا خون کرنے پر تل جائیں...... لاکھوں ڈاکو' ہزاروں قاتل' بے شمار بدکار' انگریز کے کافرانہ دور میں بھی عدالتوں میں پیش ہوئے' ان پر مقدمات چلے' کبھی ہم نے انگریز کے زمانے میں نہیں سنا کہ پولیس نے پکڑ کر گلی میں مار دیا ہو۔ پولیس کون ہوتی ہے مارنے والی؟ اگر وہ حکمران جو اوپر بیٹھے ہوئے ہیں وہ مارنے کا اذن نہ دیں' تو پولیس کون ہوتی ہے مارنے والی؟ پولیس نہیں مار سکتی' یہ خون حکمرانوں کی گردنوں پر ہے اور حکمران ہم سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔ میں نے وزیراعلیٰ کا بیان پڑھا۔ وہ فرماتے ہیں! غریبوں کو اگر ان کے حقوق نہ دیئے گئے تو وہ چھین لیں گے۔ آج میں جناب گورنر پنجاب کے ارشادات پڑھ رہا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ لگ بھگ پانچ کروڑ سے زائد افراد اس ملک میں غربت کی لکیر سے نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ خط غربت سے نیچے

زندگی گزار رہے ہیں۔ اب خدا جانے حکمرانوں کے نزدیک خط غربت کیا ہے جسے انہوں نے خط غربت قرار دیا ہے کہ پانچ کروڑ لوگ اس سے بھی نیچے ہیں۔ کیا یہی انصاف ہے کہ جس ظالمانہ معاشی نظام نے لوگوں کو عزتیں بیچنے پر مجبور کر دیا ہو' جانیں بیچنے پہ مجبور کر دیا ہو' خود سوزی اور خودکشی پر مجبور کر دیا ہو اس نظام کو جاری رکھا جائے اور ان لوگوں کے حق میں بیان دیا جائے۔ کیا یہ مظلوم کے ساتھ مذاق نہیں ہے۔ کیا یہ انصاف ہے کہ ایک طرف تو وزیراعظم ہاؤس پر بلی کی طبیعت خراب ہو جائے تو راتوں رات برطانیہ سے ڈاکٹر منگوائے جائیں اور صبح کی پہلی فلائیٹ سے برطانیہ سے ڈاکٹر پہنچ جائے اور دوسری طرف کروڑوں لوگوں کا کیا قصور کہ وہ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں اس لئے انہیں علاج کیسے فراہم کیا جائے انہیں کھانے کو کون مہیا کرے۔ جناب گورنر فرماتے ہیں بیس فیصد لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں۔ جناب! آپ کو غلط اطلاع دی گئی' ستر فیصد آبادی کے پاس پینے کا صاف پانی نہیں ہے ستر فیصد آبادی کے پاس اور جنہیں آپ پینے کا صاف پانی مہیا کرتے ہیں ان میں سے آدھی آبادی وہ ہے جن کے نلوں سے گیس نکلتی ہے پانی نہیں نکلتا۔

یہ سارا ظلم اس لئے بڑھ رہا ہے کہ نظام ہی ظالمانہ ہے۔ آج ہندوستان سے تجارت کی بات ہو رہی ہے اور آج کے اخبار میں تھا کہ اس تجارت کو ایک ارب تک بڑھا دیا جائے گا۔ اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ خطرہ ہے بھی کوئی نہیں اس لئے کہ پہلا تجارتی سودا جو ہوا اس میں جناب وزیراعظم صاحب کے کارخانے سے چینی بھارت کو گئی' وہ اتنے کم نرخوں پر گئی کہ جو امدادی رقوم حکومت مہیا کرتی ہے ایکسپورٹ کرنے والوں کو اسے ریبیٹ کا نام دیتے ہیں' پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ میں جتنی امدادی رقم کسی برآمد کرنے والے کو دی گئی ان سب سے زیادہ رقم اس فنڈ میں دی گئی جو چینی وزیراعظم صاحب نے ہندوستان بھیجی ہے۔ فائدہ یہ ہوا کہ کھیت میں ہل چلایا پاکستانی مسلمان نے' کماد کاٹا پاکستانی مسلمانوں نے' چینی بنی پاکستان کے کارخانوں میں' کھائی ہندو نے جو کمی تھی وہ خزانے سے پوری کی گئی۔ خزانہ کہاں سے آیا؟ انہی غریبوں پہ اور ٹیکس لگا دو جنہوں نے مزدوری کی ہے پاکستان کے عام آدمی کا یہ فائدہ ہوا کہ اس پر کئی گناہ ٹیکس بڑھ گیا اور اس ہندو نے جس کے ہاتھوں سے مسلمانوں کا خون ابھی تک ٹپک رہا ہے' جو ہر سال' ہر دفعہ مسلمانوں کو قتل کرکے اپنے تہوار مناتا ہے اس ہندو کو فائدہ پہنچا اور اس نے سستی چینی کھائی۔ ہاں! چینی دینے والوں کو اربوں روپے کا نفع ہو گیا اور وہ اربوں روپے ایک ایک پائی کسی نہ کسی بے کس کا نچوڑا ہوا خون ہے' یہ غذا ہضم ہونے والی نہیں ہے' یہ اپنا کوئی نہ کوئی ردعمل پیدا کرے گی۔ لوگو! اسباب سے ڈرایا جاتا ہے مجھے اگلے دن ایک بہت ہی اہم شخصیت فرما رہی تھی کہ

You are being watched very closely

کہ تمہیں بہت قریب سے تم پر نگرانی کی جا رہی ہے تو میں نے کہا یہی تو میں بھی چاہتا ہوں کہ جو میں کہتا ہوں وہ کم از کم سنیں تو سہی۔ ہم کوئی بات پس دیوار نہیں کرتے' زیر زمین نہیں کرتے' زمین پر زندہ رہنا ہمارا حق ہے۔ بحیثیت مسلمان زندہ رہنا ہمارا حق ہے' سود سے نجات حاصل کرنا بحیثیت مسلمان ہمارا فریضہ ہے۔ بچوں کی تعلیم ایک عام آدمی کا حق ہے' اس کے بچے کے لئے تعلیم کا اہتمام کیا جائے' ملکی وسائل کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہیں۔ ہر شہری کا حق ہے کہ اس کے لئے ملکی وسائل میں سے حصہ فراہم کیا جائے' عدالتیں انصاف کریں اور انصاف صرف اس نظام میں ہے جو آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا۔

جناب ہم بھی دیکھ رہے ہیں حکومت نے نفاذ اسلام کے لئے شریعت بل پیش کر دیا۔ ہم نے حمایت کی کہ اگر آپ بل پاس کرا کے ہی شریعت لانا چاہتے ہیں' لائیں تو سہی آپ نے دیکھا ہوا کیا میں پڑھے لکھے دوستوں سے گزارش کروں گا کہ شریعت بل کا وہ متن منگوایئے جو قومی اسمبلی میں جانے سے پہلے تیار ہوا تھا اور جو قومی اسمبلی سے پاس ہو کر آیا وہ بھی منگوا کر دیکھئے۔ اس میں سے شریعت نکال دی گئی ہے اور بل پاس ہوا ہے۔ جو شریعت بل قومی اسمبلی میں پاس ہوا وہ کچھ اور ہے جو پیش ہوا اور ہے۔ جو پاس ہوا وہ بالکل اور ہے اس میں سے شریعت منہا کر دی گئی ہے۔ اب اگر سینٹ میں اس کی مخالفت ہو رہی ہے تو محض مخالفت برائے مخالفت ہے۔ سینٹ والے بھی اگر اسے پڑھنے کا تکلف کرلیں تو انہیں مخالفت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس میں سے شریعت قومی اسمبلی نے ہی منہا کر دی ہے۔

پھر علماء کمیٹی بن گئی ہم نے اس کا بھی خیر مقدم کیا اور الحمدللہ علماء کی کمیٹی تو بنی لیکن میں آپ کو ایک مزے دار بات سناؤں۔ نسیم حجازی نے ایک ناول لکھا تقسیم ملک پر' پاکستان بننے پر' غالباً" خاک اور خون" اس کا نام تھا اس کے شروع میں انہوں نے وہ کاوشیں بھی لکھیں جو مسلم لیگ اور یونینسٹ میں ہوئیں' جلسے ہوئے' یونینسٹوں نے کسی گاؤں کے مولانا کو اپنا ہم نوا بنا لیا سادہ مولوی تھا بے چارا دیہاتی۔ اسے کچھ پیسے شیسے دیئے' رعایتیں دیں اور کہا بھئی

بقیہ صفحہ نمبر 46 پر

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

جلسہ نفاذ اسلام۔ خوشاب۔ 21-3-99

تم نہیں یا ہم نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ ومن لھم یحکم بما انزل اللہ فاؤلیک ھم المشرکون ○ وقال فی مقام الاخر فاؤلیک ھم الکفرون ○ وقال اللہ تبارک وتعالیٰ فی مقام الاخر فاؤلیک ھم الفسقون ○

لائق صد احترام حضرات علماء کرام' نمازیان اسلام جان نثاران محمد رسول اللہ ﷺ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مجھے خوشی ہے اس بات کی کہ اپنے گھر میں بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی بات کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ ہم اگر ملک کے گوشے گوشے میں یہ بات کر رہے ہیں اور یہ جگہ اس لئے نہیں رہ گئی کہ اس کی اہمیت نہیں ہے' بلکہ یہ جگہ اس لئے رہ جاتی ہے کہ یہ ہمارا گھر ہے' یہ ہمارے بھائی ہیں' یہ ہمارا خاندان ہے اور اپنے خون کو قائل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن بہرحال احباب نے عزیزوں نے دعوت دی کہ خوشاب میں بھی بات ہونی چاہئے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے الحمدللہ کہ ہم اپنے گھر میں بھی اپنی برادری میں اپنے بھائیوں اپنے بزرگوں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بھی محفل سجا رہے ہیں۔

ہم کیوں پورے ملک میں شور بپا کئے ہوئے ہیں؟ ایک ملک ہے' ایک سٹیڈ گورنمنٹ ہے' اس ملک کا ایک آئین دستور ہے' اس ملک میں تبدیلی اقتدار کا ایک قانونی طریقہ ہے اور یہ سب کچھ نصف صدی سے چل رہا ہے۔ ہم کیوں اس سارے راستے کو چھوڑ کر جلسے جلوسوں کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں اور کبھی کبھی ہماری باتوں میں تلخی آجاتی ہے اور ہم اس سے بہت کچھ آگے تک کہہ جاتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ صرف اتنی سی بات...... علماء کرام تشریف فرما ہیں اگر ہم یہ وضاحت کرنا چاہیں کہ مسلمانی کیا ہے' اسلام کیا ہے' اسلام کسے کہتے ہیں' مسلمانی کس بات کا' کس کیفیت کا نام ہے؟ نماز' روزہ' حج زکواۃ ارکان اسلام ہیں' ایمان باللہ' ایمان بالاخرت بنیاد ہے اسلام کی' لیکن ایمان باللہ' ایمان بالرسالت' ایمان بالاخرت سے' نماز' روزہ' حج وزکوۃ سے' تلاوت قرآن' ذکر اذکار سے' تسبیحات وتراویح سے جو حاصل ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ قرآن حکیم اس کی تفسیر پیش فرماتا ہے مدینہ منورہ کی فضا میں کچی مٹی کی مسجد ہے' بارش ہو تو چھت ٹپکتی ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے فجر کی نماز کی امامت فرمائی تو جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو رخ انور پہ کیچڑ کے اثرات تھے تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے اجازت چاہی اور کنکریاں چن کر اکٹھی کر کے جائے نماز کی جگہ بچھا دیں چند پائے ستونوں کے ہیں اور کھجور کی ٹہنیوں کی چھت ہے یہ مسجد نبوی کا منظر ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں۔ ایک غریب صحابی جس کا لباس پھٹا ہوا ہے' بال پریشان ہیں' فاقہ کشی کے اثرات چہرے سے عیاں ہیں' خدمت عالی میں بیٹھا ہے اور حضور ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں جنت کے فضائل کہ جنت میں یہ نعمتیں ہوں گی' یہ نعمتیں ہوں گی' اس طرح سے اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور وہ غریب کہتا ہے یارسول اللہ ﷺ ہمیں جنت نہیں چاہئے۔ آپ ﷺ دعا کیجئے یہ شہر یوں ہی رہے' آپ ﷺ یوں ہی جلوہ افروز رہیں' ہم یہیں حاضر ہوتے رہیں' یہ حال تبدیل نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ارے نادان اللہ جنت کی طلب کا حکم دیتا ہے' میں اللہ کا رسول ﷺ جنت کے لئے دعا کرنے کا حکم دے رہا ہوں اور تو کیسا عجیب آدمی ہے تو جنت سے بھی خفا ہے' تجھے ہوا کیا' تو سوچتا کیا ہے؟ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں سوچتا یہ ہوں کہ میں فاقے سے ہوں' میرا خاندان فاقے سے ہے' میرے پاس اچھا لباس نہیں' رہنے کو گھر نہیں' لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ میں دنیا کا امیر ترین شخص ہوں کہ میرا جب جی چاہتا ہے میں مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوتا ہوں اور آپ ﷺ کا رخ روشن دیکھ کر جی باغ باغ ہو جاتا ہے۔ حضور! جنت میں آپ ﷺ کا مقام سب سے اعلیٰ ہوگا' ہم غریب کہیں نیچے ہوں گے تو آپ ﷺ کی مجلس نصیب نہیں ہوگی' ہم اس جنت کا کیا کریں گے اور یہ حکایت نہیں تھی یہ ایسی دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی آواز تھی کہ اس کا جواب رب العلمین نے دیا۔ قرآن کے صفحات پر آج بھی موجود ہے۔ فرمایا! اے میرے حبیبؐ کے چاہنے والو! تمہیں کوئی نہیں روکے گا' گھر تمہارا اپنا ہوگا' منازل نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے اپنے ہوں گے لیکن تمہیں آنے

جانے سے کون روک سکے گا' کوئی نہیں روکے گا۔

اولٰیک مع الذین انعم اللہ من النبین والصدیقین وشھداء والصلحین وحسن اولٰیک رفیقا

۔ تم انبیاء علیھم السلام کے پاس جانا' تم صدیقین کی مجلس میں جانا' تم شہداء کے پاس جانا' صالحین کے پاس جانا اور مزے کی مجلس قائم کرنا۔ ارے میری جنت سے مت روٹھو' میں نہیں روکوں گا۔ یہ اسلام ہے۔ سارے کا سارا اسلام یہ ہے کہ مومن کا رشتہ الفت محمد رسول اللہ ﷺ سے قائم ہو جائے۔ باقی سب اس جذبے کو' اس محبت کو پیدا کرنے کے ذرائع ہیں۔ ایمان ذریعہ ہے' عبادت ذریعہ ہے' محنت وریاضت ذریعہ ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت یہ پھل ہے' یہ اطاعت ہے' یہ اسلام ہے اور ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ حکمران بھی خود کو مسلمان کہتے ہیں اور ہم حکمرانوں کو مسلمان مانتے ہیں تو خدا کے لئے ہمارے اور ہمارے حبیب ﷺ کے درمیان دیواریں نہ بناؤ۔ بس اتنی سی بات ہے' سارا جھگڑا اس بات کا ہے۔ ہمیں حکومت نہیں چاہئے' ہمیں سلطنت نہیں چاہیے' ہمیں ریاست نہیں چاہیے' ہمیں کسی سے دشمنی نہیں ہے' بے نظیر سے نہ میاں نواز شریف سے' نہ کسی اور سیاست دان سے' اگر کوئی اچھا ہے تو اللہ اس کی اچھائی قبول کرے' اگر کوئی برا ہے تو اللہ اسے توبہ کی توفیق دے' لیکن یاد رکھو! اس سارے مجمعے میں یہ جو گراؤنڈ بھرا ہوا ہے' اس میں یہ سارے کالی سفید داڑھیوں والے لوگ جو بیٹھے ہیں کیا یہ پاگل ہو گئے ہیں؟ کیا یہ دیوانے ہیں؟ کیوں انہوں نے اپنے یہ حلیے بنا رکھے ہیں؟ اس پر انہیں انعام ملتا ہے؟ حکومت وظیفہ دیتی ہے؟ ارے بے وقوفو! یہ میدان حشر میں محمد ﷺ کے سامنے جانا چاہتے ہیں ورنہ یہ بھی ٹائی پہن سکتے تھے۔ انہیں بھی شاید انگریزی لباس مزا دے جاتا۔ یہ بھی صاحب کہلوانا پسند کرتے' ان کا دماغ خراب نہیں ہے۔ احمد رضا خان" بریلوی نے ایک دفعہ فرمایا تھا ان کی نعتیں بڑی مزے دار ہوتی ہیں کہ۔

زمین و زماں تمہارے لئے بنے دوجہاں تمہارے لئے
مکین ومکاں تمہارے لئے ہم آئے یہاں تمہارے لئے
اور اٹھیں گے وہاں تمہارے لئے

اب اگر کوئی ہمارے حبیب ﷺ کے درمیان دیوار بن جائے' یارو جو دیوار اپنوں کے درمیان آجائے اسے ہم دیکھتے رہیں کہ گارے کی ہے یا اینٹوں کی ہے' یہ پتھر کی ہے یا کنکریٹ کی ہے۔ اس بحث سے کیا فائدہ کہ وہ دیوار مسلم لیگ بناتی ہے یا پیپلز پارٹی بناتی ہے' وہ دیوار ہندو بناتا ہے یا امریکہ بناتا ہے' وہ دیوار عیسائی بناتا ہے یا یہودی بناتا ہے' ہمیں اس سے بحث نہیں ہے۔ ہماری پوری توجہ اس بات پر ہے کہ انشاء اللہ ہمارے اور ہمارے حبیب ﷺ کے درمیان دیوار نہیں رہے گی۔

ہم نے کونسی زیادتی کی؟ صرف یہ کہا کہ وطن عزیز کے چودہ کروڑ مسلمان دو طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور آج بھی سٹیج پر کہہ رہا ہوں کسی کو اگر غلط فہمی ہے تو مجھے قائل کرے۔ ایک طبقہ وہ ہے جنہوں نے انگریز کی آمد سے لیکر انگریز کے جانے تک قربانیاں دیں۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انگریزی قبضے کے خلاف صرف مسلمان اور علمائے کرام لڑے۔ کالے پانیوں کی شہادتیں موجود ہیں اور جزائر انڈی مان اور مالٹا کی جیلوں کی شہادتیں موجود ہیں کہ قال اللہ و قال الرسول ﷺ والے لوگ ان جیلوں کی تاریک کوٹھڑیوں کو چراغاں کر گئے' اس لئے کہ انگریز نے برصغیر مسلمانوں سے لیا تھا ہندوؤں سے نہیں۔ ہندو تو ایک ہزار سال سے رعیت تھے اور مسلمان حکمران تھے۔ کانگرس کو آج اگر آپ ایوارڈ دینا چاہتے ہیں آزادی ہند کا یہ سوچ رکھیے کہ جب انگریز نے سمجھا کہ میری گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے تو افریقہ سے گاندھی کو بلوا کر کانگریس کی بنیاد رکھی کہ مسلمانوں کے پاس وطن واپس نہ جائے۔ ایک مقابل طاقت ہونی چاہیے یہ میں نوجوان نسل کے لئے عرض کر رہا ہوں کہ یہ تاریخ ہے اس ملک کی اور جب انگریز رخصت ہوا تو مسلمانوں کو دس کروڑ مغربی پاکستان میں دس کروڑ مشرقی پاکستان میں اور دس کروڑ ہندوستان میں تین حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہندو بنگال سے بھی اور مغربی پاکستان سے بھی اکٹھے کر کے ہندوؤں کی ساری آبادیوں کو ایک جگہ یکجا کر دیا۔ جتنے ملکی وسائل تھے' جتنے کارخانے تھے' جتنی انڈسٹری تھی' جتنا خزانے میں مال تھا' وہ ہندوستان کے حصے میں آیا اور پاکستان کے بارے میں کہا گیا کہ شاید یہ چھ ہفتے بھی نہیں چل سکے گا۔ لاکھوں لوگوں نے اس کی قیمت ادا کی جانیں دے کر' آبرو لٹوا کر' گھر قربان کر کے۔ پاکستان ایسے ہی نہیں بن گیا۔ جو تقسیم ملک سے پہلے ادھر آکر بھٹیاں لگا کر بیٹھ گئے تھے انہیں کیا خبر؟ اور جاگیرداروں کا وہ طبقہ جو نہ صرف خود آئے بلکہ اپنے کتوں کو بھی ہوائی جہازوں پر بٹھا کر لے آئے انہیں کیا خبر؟ قیمت ان لوگوں نے دی جنہوں نے لاشوں کے نذرانے دیئے' جنہوں نے اپنے جوان بیٹوں کو راستوں میں چھوڑ دیا۔ وہ زمانہ تھا نوجوانو! کتوں نے مسلمانوں کا گوشت کھانا چھوڑ دیا تھا اور گدھ درختوں پر بیٹھ کر سوچا کرتے تھے کہ ہماری ضرورت تو نہ تھی پھر اتنے لاشے کس نے گیرا دیئے آپ کے اس ریلوے اسٹیشن پر اس زمانے کے لوگوں کو یاد ہو گا

ہندوستان سے گاڑیاں آتی تھیں جہاں آج آپ کی حکومت محبت کی بس چلا رہی ہے' ٹرینیں آتی تھیں اور ایک ڈرائیور زندہ ہوتا تھا باقی ساری ٹرین کٹی پھٹی لاشوں سے بھری ہوتی تھی اور چٹ لگی ہوتی تھی کہ اسے دھو کر بھیج دو تاکہ دوسری بھیجی جائے - اور جن کے بیٹے کٹے جن کے باپ کٹے جن کی مائیں لٹیں' جن کی بہنیں ٹرینوں سے اٹھالی گئیں ان سے پوچھو دوستی کی بس پہ سفر کرنا گوارا کریں گے؟ ہماری بدقسمتی یہ ہوئی ایک تو انگریز نے ہمیں اس طرح تقسیم کیا دوسرا جاتے وقت ملک کی باگ ڈور اپنے غلاموں کو سونپ گیا جنہوں نے دین بیچا' قوم بیچی ملک بیچا غدار ابن غدار انگریز سے جاگیریں حاصل کرنے والوں کے سپرد کر گیا۔ ہماری لڑائی انگریز سے کیا تھی یہی کہ ایک طاقت ہمارے اور حبیب ﷺ کے درمیان دیوار بن گئی اللہ نے اس کا زور توڑا تو اس کے گماشتے جو نام کے مسلمان ہیں اور جن کی کوالیفیز اور کیٹیگریز قرآن قائم کرتا ہے کہ جو اللہ کے نازل کردہ نظام کو نافذ نہیں کرتا وہ مشرک ہے اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ زمین پر جو اپنی پسند سے قانون بناتا ہے 'اللہ کے نازل کردہ نظام کو نازل نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ سرکاری علماء کو چاہیے قرآن سے یہ آیات 'ان کا یہ ترجمہ اور تفسیر وزیراعظم کے سامنے رکھیں اور تیسرے درجے میں قرآن کہتا ہے کہ اگر کوئی اصرار کرے کہ میں مسلمان بھی ہوں اور قانون بھی اسلامی نہیں ہوگا تو اللہ فرماتا ہے "بدکار ہے' بڑا بے ایمان ہے اولیک ھم الفسقون بدمعاش ہے' بے دین ہے' بدکار ہے 'دعویٰ اور کرتا ہے عمل دوسرا کرتا ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں اسلام نافذ کرو تو کیا ہم حکمران کی بھی بھلائی نہیں سوچتے؟ کیا حکمران قبر میں نہیں اتریں گے؟ حکمرانو! اسلام آباد سے راولپنڈی جلسے کے لئے نہیں آسکتے ہو کہ مارے نہ جائیں وزیراعظم کے بچے سکول نہیں جا سکتے کہ مارے نہ جائیں۔ وزیراعلیٰ کے بچے سکول نہیں جاسکتے کہ مارے نہ جائیں۔ او ظالمو! جب بات کرتے ہو تو کہتے ہو امن عامہ کی صورتحال بہتر ہوگئی۔ پورے ملک کی فوج پورے ملک کی ایجنسیاں' پورے ملک کی پولیس تمہاری خدمت پہ ایستادہ ہے فوجی کی تنخواہ کا بجٹ بناؤ' اگر اس کا باپ کھیت میں ہل نہ چلائے' سپاہی کے گھر دیا نہیں جل سکتا۔ اس پولیس والے کی تنخواہ کا بجٹ بناؤ جو سارا دن سڑک پر کھڑا رہتا ہے اور شام کو حکم آتا ہے کہ صاحب کا مزاج ٹھیک نہیں ہے آج نہیں آیا کل آئے گا صبح پھر کھڑے ہو جانا۔ گیارہ پونڈ کی بندوق بھی اس کے کندھے پہ ہوتی ہے ایک بندولیئر بھی اس کے گلے میں ہوتا ہے یہ وزن مور اوور ہے (More over) ہے۔ اس کی تنخواہ سے اس کے بچوں کی تعلیم 'اس کے گھر کی ضروریات' اس کے والدین کی صحت وبیماری اور دوستی رشتہ داری میں شادی غمی کا خرچہ بنا کر دکھاؤ ساری دنیا کو تم نے مجبور کر دیا کہ وہ چوری سے پیٹ بھرے اور ہر نیک و بد پر سودی نظام مسلط کر دیا۔ خدا کے لئے اپنے دل سے پوچھ کر کہو جو مسلمانوں کو سود کھانے پہ مجبور کر دے وہ کون ہو سکتا ہے؟ اس سے بڑی برائی کا کوئی تصور کہیں ہے؟ جب قرآن اعلان کرتا ہے۔

فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ

سود کھانے والو باز نہیں آتے ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف تمہارا اعلان جنگ ہے۔ آج میرے لباس میں سود کی تاریں ہیں' جو تسبیح میں دھاگہ ہے اس میں بھی سود شامل ہے' جس جانماز پر ہم نماز پڑھتے ہیں اس میں بھی سود شامل ہے' جو کفن ہم دے کر دعا مانگتے ہیں کہ اللہ اس کو معاف کر دے اس کفن میں سود کی تاریں شامل ہیں۔ اور تم نے دنیا نہیں تم نے تو ہماری عاقبت بھی تباہ کر دی۔ کیا اس پہ بھی فریاد کرنے کا حق نہیں ہے؟ ہمیں کہا یہ جاتا ہے اور آجکل بڑی بحث چل رہی ہے کہ وہ جی معاشی نظام تباہ ہو جائے گا۔ سادہ سی بات میں ایک عرض کرتا ہوں اور میں نے ماہرین معاشیات سے بھی عرض کی ہے' ملک کے چوٹی کے ماہرین معاشیات کو دعوت دی ہے کہ مجھے ثابت کر کے دکھاؤ کہ پاکستان کے بنک سود پر چل رہے ہیں؟ پاکستان کے بنک آج بھی سود پر نہیں چل رہے۔ کسی سال اتنا سود بنک نہیں لیتے جتنے قرضے معاف کرتے ہیں۔ سود سے دس گنا زیادہ قرضے معاف کرتے ہیں۔ ملازموں کے پاس بھی کاریں ہیں۔ بڑے بنکوں میں آٹھ آٹھ گاڑیاں ہیں مینجر کے پاس یہ سارا پیسہ کہاں سے آتا ہے؟ یہ سود سے نہیں آتا۔ بنکوں کے جو پراجیکٹ ہیں' منصوبے چل رہے ہیں وہاں سے آتا ہے۔ صرف عام آدمی کو دینے کے لئے چار پرسینٹ سکس پرسینٹ سیون پرسینٹ سود پہ آجاتے ہیں اور باقی سارا مال کلبوں میں اڑاتے ہیں اور حکمرانوں کی جیبوں میں جاتا ہے اگر سودی نظام ختم ہو تو بنک بیت المال بن جائے گا۔ آج اربوں کے قرضے معاف ہو جاتے ہیں' کروڑوں معاف ہو جاتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے آدمی بڑا بڑا فائدہ لے جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ تھے ہمارے بڑے اچھے ساتھی مجیب الرحمان شامی' بڑے مجاہد' بھٹو صاحب کے خلاف بھی بڑا لکھا کرتے تھے اور دوسروں کے بھی۔ چھ کروڑ تو اس نے بھی معاف کرا لیا۔

اب یہ جو اربوں اور کروڑوں کی لوٹ لگتی ہے' اگر یہ بیت المال ہو' اب تو کوئی سنتا ہے تو وہ

کہتا ہے بنک کے پیسے تھے معاف ہوگئے دفع کرو جیسا بدکار معاف کرانے والا ویسا ہی سودی بنک ہے 'کھا گیا کوئی' دفعہ کرو۔ اگر بیت المال بن جائے تو یہ جھگی والا بھی کہے گا کہ بیت المال پر تو میرا حق تھا' بیت المال سے کون لوٹ کر لے گیا بیت المال بننے پر صرف حکمرانوں کی لوٹ میں فرق آتا ہے۔

آپ باقی لوگوں کو تو چھوڑ دیں' میری ذاتی رائے میں سب سے شریف جماعت مسلم لیگ ہے اور سیاست دانوں میں سب سے شریف آدمی میاں نواز شریف ہے۔ • آپ کو میری رائے سے اختلاف کا حق حاصل ہے' میری رائے یہ ہے کہ یہ جو سب سے شریف آدمی ہے اس نے بارہ سو کروڑ روپیہ قرض لیا بنک سے اور جب چار پانچ کارخانے بے کار ہو گئے تو کہا یہ اینٹ روڑا اپنے حساب میں لگالو۔ خدا کے بندے کیا تجھے بنک نے اینٹیں اور پتھر دیے تھے؟ اب جو اینٹ وٹا اور جو آپ کباڑ کا مال اس میں جو ٹوٹا پھوٹا لوہا اور مشینیں ہیں آپ تو کہہ رہے ہیں ہم نے ایڈ جسٹ کروالیا' لیکن بنک کو تو پیسہ چاہیے ہوگا وہ کہاں سے آئے گا وہ غریبوں پہ ٹیکس لگا؟ سادہ سی بات یہ مزے نہیں رہتے اگر معاشی نظام اسلامی ہو جائے۔

اور معاشرتی نظام انشاء اللہ اسلامی ہوگا اور اس سے کم کسی بات پر سمجھوتہ نہیں ہوگا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس اقتدار واختیار ہے انہیں اللہ توفیق دے وہ نافذ کر دیں' ہمارا کوئی جھگڑا نہیں اگر نہیں کرو گے تو وقت کا انتظار کرو جب تمہارے دانش ور دیکھتے رہ جائیں گے اور یہ دیہاتی اور ان پڑھ عدالتیں لگائیں گے۔ جب تم سے احتساب' احتساب کمیشن نہیں لے گا بلکہ یہ گاؤں کے ملاں لیں گے جب تمہاری رشوت اور امریکہ کا رعب کام نہیں آئے گا بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق فیصلے ہوں گے۔ تمہاری مرضی دین خود نافذ کردو' تمہاری مرضی اس وقت کا انتظار کرلو۔

ہم نے سادہ سی بات کی' یار آپ انصاف کریں' انگریز نے یہاں جو نظام دیا اس نے اپنے غلاموں کیلئے' غداروں کیلئے اعلیٰ تعلیمی ادارے بنائے جہاں ان کے بچے پڑھیں وہاں سے باہر جائیں' وہاں سے آئیں حکومت میں شامل ہو جائیں۔ عام شہری کے لئے ایسے ادارے بنائے جس میں پہلے تو کوئی پڑھے نہیں' اگر کوئی پڑھے تو کلرک یا منشی بن جائے اس سے آگے نہ جاسکے۔ انگریز چلا گیا اب اس ظالمانہ تعلیمی نظام کو قائم رکھنے کا کیا جواز ہے؟ ہم تو سادہ سی بات کہتے ہیں کہ پورے ملک کا ایک نصاب ہو' ایک نظام تعلیم ہو' جس بچے کو اللہ نے ٹیلنٹ دیا ہے وہ پڑھ جائے' نہیں کرو گے تو انشاء اللہ تمہاری اجارہ داری بھی نہیں رہے گی۔

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ انگریز نے یہاں عدالتی نظام اس لئے بنایا تھا کہ لوگوں کو قابو میں رکھا جائے۔ قتل ہو گیا تھانے جاؤ' پرچہ ہوا' پولیس والے دو سال ڈھائی سال تین سال تفتیش کرتے رہے' ضمنیاں لکھتے رہے' شہادتیں لیتے رہے' تین سال بعد عدالت پہنچا تو اے سی صاحب کی کورٹ نے فائل الگ رکھ دی۔ وکیل نے کہا یہ تو پولیس کی بات ہے ان کا اعتبار ہی کوئی نہیں۔ پھر شہادتیں شروع ہو گئیں وہ اے سی صاحب رینگتے رہے۔ جب ان کی فائل بن چکی تو سیشن کورٹ میں کیس چلا گیا سیشن میں پھر شہادتیں شروع ہوئیں۔ اسلام کہتا ہے حکومت کی ذمہ داری ہے جہاں جرم ہوا ہے' عدالت وہاں جائے۔ موقعہ پر بیٹھے لوگوں سے شہادتیں جمع کرے اور متعلقہ فیصلہ کرنے والی عدالت کو اپنی شہادتی کارروائی بنا کر Submit کرے۔ ہفتے ڈیڑھ ہفتے میں فیصلہ کردے' ہفتہ ڈیڑھ اپیل میں لگ جائے' جرم کرنے والے کو سزا ہو اور عدل ہو۔ میں نے ریٹائرڈ چیف جسٹس صاحب سے پوچھا تھا کہ دو آدمیوں نے 72ء میں قتل کیا 84ء میں انہیں پھانسی دے دی گئی۔ قتل کی سزا ان کو تو مل گئی لیکن بارہ سالوں میں ان کے بچے رل گئے' زمینیں بک گئیں' عورتیں بے آبرو ہو گئیں' اور وہ بارہ سال جیل میں سڑتے رہے یہ کس جرم کی سزا تھی؟ دو خاندان تباہ ہو گئے' یہ کس گناہ کی سزا تھی؟ خاموش رہا جواب نہیں ہاں ہاں نظام میں خامیاں ہیں۔ وزیراعظم صاحب بھی کہتے ہیں نظام میں خامیاں ہیں نظام بدلیں گے ارے کب بدلو گے؟

مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

کب بدلو گے؟ چیف منسٹر صاحب بھی کہتے ہیں یہ نظام خراب ہے' خراب ہے تو اسے کب بدلو گے؟

یہ تو دین کے ساتھ مذاق ہے کہ بااختیار بھی جسے کرنا ہے وہ بھی ایسا کہے۔ ارے صدر صاحب تقریر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں لوگو! تم کرو۔ صدارت تم کرو' کام لوگ کریں! وزیراعظم صاحب کہتے ہیں یہ حکومت نہیں کر سکتی لوگو تم کرو۔ چیف منسٹر کہتا ہے حکومت اکیلی کچھ نہیں۔ ارے! کبھی حکومت بھی اکیلی ہوتی ہے ظالم کے بچو! دنیا بھر کے بے شمار محکمے جن کو چلانے کے لئے اس غریب آدمی پر آج ستر فیصد ٹیکس ہے جو نظر نہیں آتا۔ زمین پر مالیہ ہے' ٹریکٹر پر ٹیکس ہے' کھاد پر ٹیکس ہے' بیجوں پر ٹیکس ہے' کپاس پر ٹیکس ہے' اس کے لے جانے پر ٹیکس ہے' کارخانے پہ ٹیکس ہے' دھاگہ بنانے والے پر ٹیکس ہے' کپڑا بنانے والے پہ ٹیکس ہے' اس کے آگے

جو ضلعی اور تحصیل کے ٹیکس اور انکم ٹیکس ہے وہ الگ۔ کوئی ستر فیصد ٹیکسوں کی بھرمار ہے جو غریب سمجھتا ہے میں ٹیکس نہیں دیتا اس سے بھی ستر فیصد ٹیکس لیا جا رہا ہے۔

پریذیڈنٹ ہاؤس کا تیس لاکھ کا خرچ ہے ایک مہینے کا۔ ارے کون سے سانڈ پل رہے ہیں وہاں؟ کیا سونا کھاتے ہیں کیا کرتے ہیں وہاں۔ پرائم منسٹر ہاؤس کا 35 یا چالیس لاکھ ہے' یار یہ کھاتے کیا ہیں؟ کل تو ہمارے ساتھ تھے' کل تک تو ہم نے بھی انہیں چنے کی دال کھاتے ہی دیکھا۔ صدر گرامی قدر کے دولت خانے پہ ہم گئے تو وہاں بھی چائے کے ساتھ چنے کی دال ہی کھائی' آج کون سے سونے کے ورق کھا رہے ہیں کہ اس غریب قوم کا جس کے بوڑھے علاج کے بغیر مرجاتے ہیں' جس کے بچے تعلیم کے بغیر آوارہ ہو جاتے ہیں' جس کی ستر فیصد آبادی کے پاس پینے کا صاف پانی نہیں ہے' اس ملک میں تم عیش کرتے ہو؟ جو عیاشیاں یہ کرتے ہیں یہ تو صدر امریکہ بھی نہیں سوچ سکتا۔ دنیا کا کوئی حکمران یہ موجیں نہیں سوچ سکتا' اس لئے کہ یہاں جو نظام تھا وہ برٹش انڈیا کا تھا اور برٹش انڈیا انگریزوں کی کالونی تھی۔ وہ بادشاہ تھے' لوگ ان کے غلام تھے۔ وہ چلے گئے نظام وہی ہے۔ کچھ کالے گوروں کی جگہ آگئے اور باقی لوگ انہی غلاموں کی جگہ ذلیل اور رسوا ہو رہے ہیں۔ اب خود حکومت اقرار کر رہی ہے کہ یہ نظام نہیں چل سکتا۔ اس لئے کہ سڑکیں بنانی ہوں' فوج چاہئے۔ بجلی کے میٹر پڑھنے ہو فوج چاہئے۔ عدالت لگانی ہو فوج چاہئے۔ تو یہ جو عدالتی نظام پہ کروڑوں اربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں وہ کس لئے ہے؟ یہ جو سڑکوں کی وزارت ہے وہ کس مرض کی دوا ہے؟ یہ جو ایک اتنا بڑا واپڈا کا نظام آپ نے پھیلا دیا یہ کس مرض کی دوا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ خود حکمرانوں کو بھی خبر ہے کہ یہ نظام فیل ہو رہا ہے۔ ارے ظالمو! کیا اس ڈوبتے ہوئے جہاز کے ساتھ ڈوبنا ہی چاہتے ہو۔ مختلف سیاسی جماعتیں بھی کہتی ہیں عبوری حکومت بن جائے اس لئے کہ اسمبلی میں تو وہ بھی بیٹھے ہیں انہیں پتہ ہے کہ عبوری حکومت بنے گی تو اسمبلی سے ہی بنے گی ہمارے حصے میں بھی چار بوٹیاں آجائیں گی۔ جو حکومت سے باہر ہیں وہ کہتے ہیں الیکشن ہو جائیں لیکن یاد رکھو۔ انشاء اللہ العزیز اب اس ملک میں نہ ہم عبوری حکومت قبول کریں گے اور نہ کوئی مزید الیکشن۔ ہمارا ایک ہی مطالبہ ہے کہ معاشی نظام کو اسلامائز کرو' تعلیمی نظام کو اسلامائز کرو' عدالتی نظام کو اسلامائز کردو اور سیاسی نظام کو بھی اسلامائز کردو۔ اس کے بعد جو الیکشن جو سلیکشن اسلام کہتا ہے وہ کرو۔ ہم پر کسی حبشی غلام کو حکمران بنا دو انشاء اللہ اس کی اطاعت کریں گے۔

اگر ہم چند لمحے انتظار کر رہے ہیں تو صرف اس بات کا کہ شاید اس مسلم لیگ کی حکومت کو اللہ توفیق دے دے۔ یہ رات دن چیختے ہیں' یہ نظام خراب ہے ہم بدلیں گے' کب بدلو گے؟ یاد رہے اب ہم جلسوں سے گزر چکے ہیں۔ ہم انشاء اللہ اسلام آباد کا رخ کریں گے اور اسلام آباد کو پاکستان کے ان جانثاروں سے بھر دیں گے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر قربان ہونا چاہتے ہیں اور یاد رکھو حکمرانو! ہمارے جلسے سیاسی جلسے نہیں ہوں گے' ہم مطالبات نہیں دہرائیں گے بلکہ جب ہم آئیں گے تو یا تو لاکھوں فرزندان توحید تمہیں دفن کرنے ہوں گے' اسلام آباد کے قبرستان کو وسعت دے دو اور یا تمہیں ہم ٹانگوں سے کھینچ کر باہر پھینکیں گے یا تم ہی اسلام نافذ کردو کوئی سمجھوتہ اس بات پر نہیں ہوگا۔

میں یہ بھی عرض کردوں کہ حکومت کو یہ زعم ہو کر فوج اور سول لڑے گی تو وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے یہ الجزائر نہیں ہے' یہ ترکی نہیں ہے' یہ پاکستان ہے۔ کسی جاگیردار کا بیٹا فوج میں سپاہی نہیں ہے' کسی سیاست دان کے بیٹے کی انگلی ٹریگر پر نہیں ہے۔ فوج کی بندوق کے ٹریگر پر میرے

دیتے ہے دھوکہ یہ بازی گر

یہی ثابت کرتی ہے کہ جب کبھی ہم نے میدان میں کامیابی حاصل کی حکمرانوں نے بیرونی آقاؤں کی ایماء کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے کل تک منہ سے ایٹمی آگ اگلنے والے وزیراعظم ایکدم اتنے ٹھنڈے ہو گئے کہ انہیں ایٹم انتہائی تباہ کن نظر آنے لگا ایٹم کی تباہ کاریوں کے خوف سے ان کے منہ سے ٹھنڈی سانسیں نکلنے لگیں۔ جنگ انہیں فضول اور ہلاکت خیز نظر آنے لگی۔ اب یہ قوم پر منحصر ہے کہ وہ اشرف المخلوقات ہونے کا ثبوت کس طرح دیتی ہے اس سے کمتر مخلوق جن نے ایک منہ سے دو طرح کی پھونکیں نکالنے والے آدم زاد کا ساتھ گوارہ نہیں کیا تھا کیا قوم ایسے کسی آدم زاد پر اعتبار کر سکتی ہے جو ایک منہ سے دو طرح کی پھونکیں مارتا ہو کبھی جنگ بھڑکانے کے لئے اور کبھی جنگ بجھانے کے لئے یہ حکمران ہر معاملے میں منہ سے دو طرح کی پھونکیں نکالتے ہیں نفاذ اسلام کا نعرہ لگاتے ہیں اور سود کے بچاؤ کے لئے عدالت میں لڑتے ہیں خود کو خلفائے راشدین کا جانشین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ جمہوریت کے چیمپئن بھی کہلاتے ہیں۔ قانون کی بالادستی کے وعدے کرتے ہیں اور خود ہی قانون کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔ قوم کے پاس وقت بہت کم ہے یہ لوگوں پر منحصر ہے کہ وہ اپنے مستقبل کا کیا فیصلہ کرتے ہیں کیا انہیں ایسے حکمران قبول ہیں جو کہتے کچھ اور کرتے کچھ ہیں

بیٹے کی انگلی ہے' میرے بھائی کی انگلی ہے' میرے بھتیجے میرے بھانجے کی انگلی ہے۔ وہاں بھی جب مرتے ہیں تو ہم مرتے ہیں ہمارے بیٹے قربان ہوتے ہیں' اللہ کی قسم تم آزما کر دیکھنا تمہاری سب سے بڑی غلطی یہ ہوگی کہ فوج کو ہمارے مقابلے میں لاؤ۔ جس فوجی کو تم گولی چلانے کا حکم دو گے انشاء اللہ اس کی بندوق کا رخ تمہاری طرف ہوگا۔

ہمارا جہاد اس کافرانہ نظام کے خلاف ہے'

ہمارا جہاد ظالمانہ نظام کے خلاف ہے۔ کسی سیاست دان سے' کسی سیاسی جماعت سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ کسی فوج' کسی سول سے کوئی شکایت نہیں ہے' لیکن انشاء اللہ العزیز ہم نصف صدی کا کفارہ اپنا خون دے کر ادا کر جائیں گے۔ الاخوان وہ تنظیم ہے جس کا زیر زمین کچھ نہیں جو کہتے ہیں ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں۔ جو کہتے ہیں وہی ہماری مراد ہوتی ہے۔ میں آپ کو بالکل بتا دوں ہم انتظار کر رہے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ جس طرح انگریز سے یہ ملک چھینا گیا تھا اسی قوت سے ان ظالموں سے آپ کو پاکستان چھینا پڑے گا۔ ورنہ یہ کرگس شاہین کے اطوار سیکھنے سے رہے۔ یہ وقت کی بات ہے۔ یاد رکھیں آدھی جنگ وقت اور جگہ کا فیصلہ کرنے میں ہوتی ہے۔ جو بھی مجاہد' جو بھی جہاد کا سربراہ صحیح وقت اور صحیح جگہ کا انتخاب کرتا ہے وہ آدمی جنگ جیت جاتا ہے۔ ہماری جنگ برائے جنگ نہیں ہوگی' ہماری جنگ برائے فتح ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز! اس لئے کہ ہم اللہ کے لئے' اللہ کے دین کے لئے اور نفاذ اسلام کے لئے لڑیں گے اور ہمارا جہاد اس ظالمانہ نظام کے خلاف ہے اگر کوئی خود کو ولی سمجھتا ہے اور اس نظام کی حمایت میں کھڑا ہو گا یا ہمارا سینہ چھلنی کرے گا یا ہم اس کے پرخچے اڑا دیں گے۔ اگر

آخرت اور تصوف

مولانا محمد اکرم اعوان

دار العرفان منارہ 12-1-99

سورۃ نمل کی آیات مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ انسان ذرائع کا محتاج ہے بلکہ اللہ کے سوا ہر چیز محتاج ہے اسباب کی۔ اللہ واحد لاشریک ایک ایسی ہستی ہے جو کسی سبب کی' کسی ذریعے کی محتاج نہیں۔ پھر جو چیزیں اسباب ظاہرہ سے بالاتر ہیں' انسان کی ظاہری نگاہ نہیں دیکھ سکتی' انسانی عقل سوچ نہیں سکتی' انسان اسے چھو نہیں سکتا' انسان کے جو ظاہری ذرائع ہیں ان سے بالاتر ہیں' ان پر کس طرح سے وہ اتنا اعتماد کرے کہ زندگی کو اس کے مطابق ڈھال لے چونکہ فرمایا

لایعلم من فی السموات والارض بالغیب الا اللہ۔ اللہ کے علاوہ غیب کو کوئی نہیں جانتا غیب وہ بات ہوتی ہے جسے جاننے کے لئے درمیان میں کوئی ذریعہ یا واسطہ نہ ہو۔ آپ کے' اور ہمارے وسائل' ذرائع' ادراکات اور علم ان سب چیزوں سے وہ بات پرے ہو' اسے جاننے کے لئے درمیان میں کوئی ذریعہ یا واسطہ نہ ہو۔ تو فرمایا اس طرح جاننا تو صرف اللہ کی صفت ہے وہ ذریعوں کا محتاج نہیں۔ دوسری بات ...... لوگوں کو اس کی بھی خبر نہیں کہ انہیں پھر کب اٹھنا ہے وما یشعرون ایان یبعثون کب قیامت قائم ہوگی۔ کب میدان حشر لگے گا کب محاسبہ ہوگا بلکہ آخرت کی بارے میں تو ان کا علم جواب دے چکا۔ انسانی علوم' انسانی عقول' انسانی علوم کے ذرائع آخرت کو پانے میں ناکام ہو چکے۔ انسان کے سارے وسائل اس بات کو جاننے سے معذور ہیں کہ انسان دوبارہ کیسے زندہ ہوگا اور وہ کب زندہ ہوگا۔ اس لئے انہیں اس میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔ جب وہ بات سنتے ہیں تو اس پر یقین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد کافر یہ کہتے ہیں' یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جب ہر چیز گل سڑ کر خاک ہو جائے گی' مٹی ہو جائے گی۔ ہم' ہمارے باپ دادا' اب تک کتنی نسلیں گزر گئیں یہ سب دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے۔

لقد وعدنا ھذا نحن وآباؤنا من قبل۔ اس طرح کی باتیں تو پہلے بھی ہمارے آباؤ اجداد کے زمانے میں بھی کہی جاتی رہیں' پھر اب تک کوئی کھڑا نہیں ہوا کوئی زندہ تو نہیں ہوا

ان ھذا الا اساطیر الاولین۔ یہ جو ہیں یہ سب قصے کہانیوں کی باتیں ہیں کوئی ان میں صداقت نہیں۔ جو کافر ہے وہ یہ اعلانیہ کہہ دیتا ہے لیکن جو دعویٰ ایمان کرتا ہے وہ کہتا نہیں سوچتا وہ بھی اس طرح ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کے عمل کی اصلاح نہیں ہوتی' اگر وہ آخرت کے لئے عمل نہیں کرتا اگر وہ خود کو برائی سے روکنے کی محنت نہیں کرتا کسی نیکی کے لئے مجاہدہ نہیں کرتا تو آخرت پر یقین کیسے کرتا ہے اب اس سارے مسئلے کا حل کیا ہے؟ انسان کیسے مان لے آخرت کو؟ انسان کیسے یقین کر لے کہ اسے دوبارہ زندہ ہونا ہے؟ سب سے بڑا غیب تو خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جسے انسان کسی ذریعے سے نہیں جان سکتا۔ اس کے اپنے وجود میں جو ذرائع ہیں ان سے نہیں جان سکتا الا یہ کہ تعلیمات نبوی ﷺ اسے بتائیں۔ اس طرح آخرت' بعثت' قیامت یہ

سارے وہ "غیب" ہیں جن کے بارے اسے اطلاع دی جاتی ہے ورنہ اس کے اپنے وسائل اور اپنے ذرائع سے تو یہ بالاتر ہیں۔ اور جو علوم انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتے ہیں انہیں اطلاع عن الغیب کہا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو اللہ کریم مطلع فرماتے ہیں بغیر کسی سبب کے جاننا یہ اللہ کی شان ہے اگر کچھ باتیں یا جتنے حقائق انبیاء علیہم السلام کو بتائے جاتے ہیں تو اللہ کریم بتاتے ہیں تب نبی جانتے ہیں۔

ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب

اللہ ہر ایک کو غیب پر اطلاع نہیں کرتا سوائے ان لوگوں کے جنہیں وہ چن لیتا ہے۔ نبی کے علوم جو ہوتے ہیں وہ اطلاع عن الغیب ہوتے ہیں لیکن نبی معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔ نبی سے گناہ کا تصور نہیں ہوتا۔ نبی ازل سے اللہ کا منتخب شدہ چنا ہوا بندہ ہوتا ہے تو اس کی پاکیزگی' اسی کی عصمت' اس کی روح کی لطافت' اسے اللہ سے ایسا پیوست کرتی ہے کہ اس میں شبہے کی گنجائش نہیں رہتی۔ نبی کا یقین اس درجے کا ہوتا ہے کہ جس میں لغزش کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اب عام آدمی کے ماننے کے لئے بنیاد بنتا ہے خود نبی کے ساتھ ایمان' کہ نبی کو نبی ماننے میں اس کا یقین کتنا پختہ ہے۔ جتنی پختگی اس یقین میں ہوگی اتنی پختگی ان باتوں اور ان عقائد میں آئے گی جو تعلیمات نبوی ﷺ میں ہوں گی۔ اگر خود نبی کی ذات پر اسے یقین کامل نہیں ہے تو نبی کے بتائے ہوئے اللہ کے بارے بھی اسے یقین حاصل نہیں ہوگا۔ خود نبی کی ذات میں اگر اسے یقین حاصل نہیں ہے تو نبی کی بتائی ہوئی آخرت کی باتوں کے بارے میں بھی اسے یقین کامل حاصل نہیں ہوگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ رشتہ' یقین کیسے استوار ہو۔ جس طرح اللہ کی ذات کا ایک خاص رشتہ ہوتا ہے نبی کے ساتھ کہ نبی کو یقین کی دولت سے مالامال رکھتا ہے اسی طرح نبی کی توجہ میں بھی ایک اثر ہوتا ہے۔ نبی کے وجود میں برکات ہوتی ہیں' کیفیات ہوتی ہیں جو ماننے والے کو' نبی کے ساتھ اس طرح پیوستہ کر دیتی ہیں کہ اس میں شکوک کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ نبی کی بات کو ماننے کے لئے دلائل کا محتاج نہیں رہتا۔ اس کے پاس سب سے بڑی دلیل صرف یہ ہوتی ہے کہ نبی نے یہ فرمایا' بس! یہ سب سے پہلی اور آخری دلیل اس کے پاس یہ ہوتی ہے۔

صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حیات طیبہ کو ہم دیکھیں تو ان کے پاس ہر بات کی صرف ایک ہی دلیل تھی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا فرمایا ہے۔ صلح کے لئے' جنگ کے لئے' معاملات کے لئے' عبادات کے لئے' ہر کام کے لئے ان کی دلیل ایک تھی۔ اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات میں یہ کمال تھا کہ ایمان کی نگاہ سے جس نے دیکھ لیا حضور ﷺ کو ایمان لانے کے بعد' یا اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ پڑ گئی تو کچھ ایسی کیفیات منتقل ہوتی تھیں اس میں کہ وہ ایک الگ انسان بن جاتا تھا۔ جس طرح ذات باری کا ہر بندے کے ساتھ رابطہ ہے' ہر بندے کو پیدا کرتا ہے' ہر بندے کو روزی دیتا ہے' ہر بندے کو قوتیں دیتا ہے' ہر بندے کی ہر ضرورت ہر جگہ پوری کر رہا ہے' ہر ایک کے ساتھ موجود ہے لیکن جو رابطہ نبی کے ساتھ ہے وہ نبی کے ساتھ ہے وہ دوسرے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس رشتے' اس تعلق' اس نسبت کی وجہ سے جو یقین کامل انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے کوئی دوسرا اس مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ انہی کا مقام ہے۔ اسی طرح نبی کے وجود' نبی کی ذات کے ساتھ جو رشتہ ان لوگوں کو نصیب ہو گیا جنہیں صحابی کہا جاتا ہے' وہ انہی کا حصہ ہے کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

قرآن ان پر ہی نازل ہوا اور بیشتر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے بھی ہیں جو قرآن کے مکمل ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے' ایسے حضرات بھی ہیں جو نماز فرض ہونے سے پہلے چلے گئے۔ ایسے حضرت بھی ہیں جو روزہ فرض ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے ایسے حضرات بھی ہیں جو شراب کی حرمت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے' لیکن شرف صحابیت میں سب شریک ہیں۔ چونکہ شرف صحابیت کا تعلق ایمان کے ساتھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آنے یا آپ ﷺ کی نگاہ پاک میں آنے یا آپ ﷺ کے وجود اطہر پر نگاہ پڑنے سے تھا' اس سے جو ایک کیفیت منتقل ہوتی تھی مثلاً" ہم لوگوں سے سنتے رہتے ہیں کہ فلاں بندہ بڑا اچھا گویا ہے' بڑا اچھا گاتا ہے' لیکن کبھی جب اس کا گانا خود سننے کا اتفاق ہوتا ہے تو ان بتائی ہوئی باتوں کے علاوہ گائیکی کا' آواز کا ایک اثر ہوتا ہے۔ ہم دنیا سے سنتے ہیں کہ فلاں بہت خوبصورت آدمی ہے' جب کبھی اس سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کے جمال کا ایک اثر ہوتا ہے وہ اپنی ایک حیثیت ہمارے مزاج میں پیدا کرتا ہے۔ ہم سنتے ہیں کہ فلاں آدمی بہت بڑا مقرر ہے بڑی اچھی تقریر کرتا ہے سنتے رہتے ہیں لیکن جب اسے تقریر کرتے ہوئے سنتے ہیں تو پھر اور بات ہوتی ہے۔

مجھے ایک آدمی بتا رہا تھا کہ میں موچی دروازے سے گزر رہا تھا' مجھے بڑی جلدی تھی صبح ہائی کورٹ میں میری پیشی تھی اور مجھے وکیل کو کاغذات دکھانے تھے میں چاہتا تھا کہ رات کو نو

دس بجے وکیل سے ڈسکس کر لوں اور صبح پیشی ہے تو بخاری صاحب کا وہاں موچی دروازے پر جلسہ ہو رہا تھا۔ میں نے کہا کہ ان کی بڑی شہرت سنی ہے' بڑی تقریر کرتے ہیں تو چلو پانچ دس باتیں ان کی سن تو لیں دیکھیں کہ کیسی تقریر کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ پیچھے جاکر کھڑا ہو گیا تقریر سننے لگا' کھڑا کھڑا تھک گیا تو بیٹھ گیا' بیٹھا بیٹھا تھک گیا تو اس طرح لیٹ کر کہنی فائل پر رکھ لی تو جب انہوں نے تقریر ختم کی اس وقت فجر کی آذان ہو رہی تھی۔ تو وہ کہتے ہیں مجھے سمجھ نہیں آئی کہ رات کیسے گزر گئی وہ پانچ پانچ سات سات گھنٹے تقریر کر لیتے تھے۔ اب ایک آدمی سنتا رہا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری بہت بڑا مقرر ہے لیکن جب اسے سننے کا اتفاق ہوا تو پھر کیفیت اور ہی وارد ہو گئی۔

یہی حال ہوتا ہے کہ ہم سنتے ہیں اللہ ہے لیکن نبی جس طرح اللہ کی محفل میں ہوتا ہے اس پر اور کیفیت ہوتی ہے۔ ہم سنتے ہیں نبی علیہ السلام کے بارے' سن کر مانتے ہیں' لیکن جو ربط صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نبی علیہ السلام سے نصیب ہوا اس کی اپنی ایک الگ کیفیت ہے وہ کسی غیر صحابی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس طرح کا ربط نصیب نہ ہو تو یقین کا وہ درجہ پیدا نہیں ہوتا جو برائی سے روک سکے۔ آپ اپنے ملک میں دیکھ لیں کتنے لوگ حاجی ہیں' کتنے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں' کتنے لوگ عبادت کرتے ہیں' کتنے معتکف ہوں گے لیکن کیا ملکی معاملات میں کوئی تبدیلی آئی ہے' کیا لوگ چوری سے رک گئے ہیں' رشوت خوری سے رک گئے ہیں' لوگ جھوٹ بولنے سے رک گئے ہیں کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ ہر آنے والے دن برائی بڑھتی جارہی ہے کیا وجہ ہے کہ یہ اتنی عبادات بھی نہیں روک سکتیں؟ گزشتہ پچاس سالوں میں جتنے لوگ حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ہیں میرے خیال میں نصف سے زیادہ لوگ ملک میں حاجی ہوں گے۔ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نصف سے زیادہ لوگ برائی میں ملوث نہیں ہیں ...... وہ جھوٹ نہیں بولتے؟ یا وہ کم نہیں تولتے یا وہ چوری نہیں کرتے؟ کیوں اصلاح نہیں ہوتی؟ حالانکہ عبادات اصلاح کا ذریعہ ہیں اس لئے نہیں ہوتی کہ ہمارے دل کا وہ تعلق جو ذات نبوی ﷺ کے ساتھ ہونا چاہئے' وہ نہیں ہے۔ سب کچھ شنید ہے سن کر مانا ہوا ہے ہم نے۔ اس نے ہم پر کوئی کیفیت پیدا نہیں کی۔ ہم نے بزرگوں سے سنا' بڑوں سے سنا' علماء سے سنا' ہم نے مان لیا اب اس کی حیثیت اتنی ہی ہے کہ جب تک ہماری کوئی خواہش اس سے ٹکرائے نہیں تب تک ہم اسے مانتے رہیں گے' جب ہماری خواہش ٹکرائے گی تو ہم اپنی خواہش کو مانیں گے۔

تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اور وصال کے بعد صحابی بننا تو ختم ہو گیا اب تو کوئی صحابی نہیں بن سکتا تو ایمان کے یا یقین کے اس درجے کو کوئی کیسے پہنچے جو اسے گناہ سے روک دے' وہ کیفیات جو صحابہ کو نصیب ہوئیں صحابہ کی مجلس میں بیٹھنے والوں کو بھی نصیب ہوئیں لیکن اس درجے کی نہیں کہ انہیں صحابی بنا دیتیں۔ ہاں باقی امت میں ممتاز کر دیا انہیں تابعی بنا دیا۔ تابعین کی صحبت سے تبع تابعین بن گئے تو یہ جو سلاسل تصوف ہیں یہ دراصل ان کیفیات کے امین ہیں علماء ظواہر نے علمی خزانے آگے پہنچائے اور صوفیاء نے وہ کیفیات آگے منتقل کیں جو یقین کی زیادتی کے لئے چاہئیں تھیں۔

ایک بات یاد رہے کہ صوفی بغیر علم کے نہیں ہو سکتا چونکہ خود اسے دین پر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ صوفی یا خود عالم ہوتا ہے یا کسی نہ کسی اہل علم سے ایسا وابستہ ہوتا ہے کہ ہر کام اس کی رائے پر کرتا ہے۔ ہر صوفی عالم ہوتا ہے لیکن ہر عالم صوفی نہیں ہوتا۔ علم ظاہری حاصل کرنے کے لئے تصوف شرط نہیں ہے' تصوف سیکھنے کے لئے علم شرط ہے۔ ثواب گناہ بدی میں تمیز نہیں رکھے گا تو کیسے تصوف حاصل کر سکے گا۔ پھر یہ کوئی ایجادی چیز نہیں ہے' وہ کیفیات ہیں جو نبی علیہ السلام سے صحابہ کو نصیب ہوئیں اور اس کا یہ مصرف نہیں ہے کہ انہیں وہ کیفیت نصیب ہوئی تو انہیں کشف ہو گیا اور انہوں نے لوگوں کو عجیب وغریب حکایات بتائیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کشف ایک اضافی چیز ہے کشف ضروریات میں سے نہیں ہے اور نہ مقاصد میں سے ہے ایک اضافی چیز ہے جو اللہ کرنے سے جب قلب لطیف ہو جاتا ہے تو ایک حد تک اپنے اپنے مزاج کے مطابق سب کو نصیب ہو جاتا ہے لیکن اگر کشف نہ ہو اور وہ یقین نصیب ہو تو یہ یقین مقصد ہے۔ کشف کے بارے میں اہل علم' فن کے لوگ' جو فن تصوف میں ائمہ کا درجہ رکھتے ہیں ان کا ارشاد ہے کہ اس سے تو بہلایا جاتا ہے لوگوں کو تلعببها اطفال الطریقه تصوف کے سیکھنے والے بچوں کو کھلونے کے طور پر کشف دیا جاتا ہے تلعببها اطفال الطریقه طریقت کے بچوں کو اس سے کھلایا جاتا ہے۔ اہل اللہ کا ارشاد یہ ہے کہ لوگوں کے مزاج کمزور ہوتے ہیں' مجاہدہ نہیں کر سکتے اس پہ استقامت نہیں کرتے' ذکر کرنا انہیں مشکل لگتا ہے تو اللہ کریم انہیں قائم رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ مشاہدات دے دیتے ہیں' چلو اس کے سہارے یہ لگے رہیں گے۔ ورنہ کشف کمالات میں سے نہیں ہے اور نہ کشف اس مقصد کے لئے ہے کہ کوئی یہ کہے جی آنکھیں بند کرکے بیٹھ جاؤ

اور بتاؤ کہ مجھے اس تجارت میں نفع ہوگا' نقصان ہوگا ۔ بتاؤ میری اولاد ہوگی کہ نہیں ہوگی۔ یہ سب فضولیات ہیں۔

اسلام بڑا سیدھا سادھا دین ہے اللہ کے قادر مطلق ہونے پر یقین ہونا اس کے ساتھ دنیوی اسباب کو جائز حد کے اندر اختیار کرنے کا حکم۔ اس کے نتائج کیا ہوں گے وہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ آدمی نتائج کا مکلف نہیں ہے کہ وہ نتیجے پیدا کرے ان پہ کیا نتائج پیدا ہوں گے وہ قادر مطلق کی مرضی۔ تو آخرت کے ساتھ یہ یقین پیدا کرنے کے لئے کہ کم از کم اس یقین میں اتنی قوت ہو کہ ہمیں گناہ سے' برائی سے روک سکے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کیفیات حاصل کی جائیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقسیم ہوئیں۔ چونکہ نبی صرف علم نہیں دیتا علم کے ساتھ برکات بھی دیتا ہے' کیفیات بھی عطا کرتا ہے اور تصوف کا حاصل سارا یہ ہے کہ آخرت کے ساتھ پختہ یقین نصیب ہو' حشر نشر پر اعتماد میں قوت اور کم از کم اتنی قوت ہو کہ ہمیں برائی سے روک دے اور رضائے الٰہی کو مقصد حیات بنالے۔ مراقبات' مقامات' ان میں کمی زیادتی' ایک طریقہ ہے لیکن اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات کا حاصل پختہ تر یقین ہے۔ جتنے کسی کے منازل بلند ہوں اتنا اس کا یقین بھی پختہ تر ہونا چاہئے اور یقین کی پختگی کردار سے ظاہر ہوتی ہے اس کے کردار میں وہ مثبت تبدیلیاں آتی جائیں' اس کا عمل اتباع نبوت ﷺ میں ڈھلتا چلا جائے' اس کی آرزو اللہ کی رضا ہو' اس کی خواہش وصال الٰہی اور وصال نبوی ﷺ اور وہ آخرت کی عزت ر میدان حشر کی آبرو کا طالب ہو۔

دنیا بہت خوبصورت چیز ہے' دنیا کا اقتدار بہت خوبصورت چیز ہے اور دنیا کی دولت بہت خوبصورت چیز ہے اور ہم محتاج ہیں کھانے پینے کے بھی' آرام کے بھی' علاج معالجے کے بھی ان ساری احتیاجات کو اپنے ساتھ رکھتے ہوئے اگر اللہ یہ جرات دے دے کہ دنیا کا نقصان برداشت کرلیں لیکن آخرت کا برداشت نہ کریں' دنیا کا دکھ سہہ لیں لیکن آخرت کے دکھ سے بچنے کی کوشش کریں تو یہ سمجھیں کہ ہمارا مجاہدہ' ہماری محنت' ہمارے مراقبات اپنا اثر پیدا کر رہے ہیں۔ اور یقیناً" ذکر الٰہی اسی برکت کا موجب ہے۔

مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر عمل کے لئے خلوص نیت شرط ہے لیکن ذکر الٰہی ایسا ہے کہ کوئی دکھاوے سے بھی کرنا شروع کردے چھوڑے نہیں کرتا رہے تو خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ کے نام کی برکت یہ ہے کہ کوئی دکھاوے کے لئے بھی کرنا شروع کردے تو کرتا رہے تو اس میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے اپنی مثال میں وہ لکھتے ہیں جیسے صابن کہ بے دھیانی سے بھی لگاتے رہو تو میل تو کاٹے گا آپ احتیاط سے لگائیں تھوڑا لگائیں گے زیادہ میل کٹ جائے گا لوگوں کو دکھانے کے لئے لگا رہے ہیں اور بے احتیاطی سے لگا رہے ہیں تو زیادہ خرچ ہو جائے گا لیکن میل تو پھر بھی کاٹے گا۔ وقت زیادہ لگ جائے گا صابن زیادہ لگ جائے گا۔ وہ فرماتے ہیں اللہ اللہ کی برکت یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی دکھاوے کے لئے کرنا شروع کردے تو اللہ اسے خلوص عطا کردیتا ہے اس کی وجہ سے خلوص پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے دل کی صفائی اور دل میں لطافت آنا شروع ہو جاتی ہے۔

دنیوی امور جتنے بھی ہیں ان کے لئے دنیوی ذرائع شرط ہیں اپنے طور پر ان کے بہتر نتائج کی توقع تب کی جاسکتی ہے جب ان کی جو ضروریات ہیں ریکوائیرمنٹس میں ہیں وہ بہتر سیلیکٹ کی جائیں اور دنیا کے کاموں کے لئے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ عام آدمی نفع کما سکتا ہے تو ایک صوفی یا ولی اللہ زیادہ کمائے۔ عموماً" ہم نے دیکھا ہے اہل اللہ کو نقصان زیادہ ہوتا ہے اس لئے نہیں کہ وہ بدکاروں کی نسبت نالائق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ان کی توجہ اس طرف زیادہ ہو جاتی ہے اور جس طرف توجہ کم ہوگی اس طرف کمزوریاں ہوں گی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ دو میں سے ایک طرف نقصان ہوتا رہتا ہے یا دنیا میں یا آخرت میں۔ پوری توجہ دنیا پہ ہوگی آخرت میں نقصان ہوگا۔ پوری توجہ آخرت پر ہو جائے گی دنیوی نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ تو اس میں توازن اور اعتدال رکھنا یہ خداداد صلاحیت ہے اور بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے لیکن اس مقصد کو پیش نظر رکھئے کہ یہ اعتکاف اس کی عبادتیں یا اذکار مراقبے یا تلاوت یا محنت یا مجاہدہ اس سب کا حاصل وہ یقین ہے وہ اعتماد ہے جو ہمیں نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے حاصل ہوتا ہے۔ دنیا و آخرت کی کامیابی اس بات پر ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ پر کتنا اعتماد ہے۔ کہنے کو ہر مسلمان کہتا ہے لیکن میدان عمل میں جب ہم عمل کرتے ہیں جب ہم لین دین کرتے ہیں جب ہم کاروبار کرتے ہیں وہاں پتہ چلتا ہے کہ ہم کتنا اعتماد کر رہے ہیں۔

میں نے آج بہت سے اخبارات دیکھے ہیں میں سرسری نظر سے اخبار دیکھتا ہوں تو مجھے آج کے اخبارات میں ایک ہی خبر نظر آئی جس پہ میری نگاہ رکی ہماری ایک مصیبت یہ ہے کہ ہم قدم بقدم مغرب کے پیچھے چلتے ہیں اگر مغرب والے نام بدل دیں تو ہم بھی بدل دیتے ہیں میں ایک دن

بقیہ- شہادت کیا ہے

ہماری بات. کیا کرو- اس کے بعد جلسہ ہوا مسلم لیگ کا تو مقررین نے لوگوں سے کہا کہ بھئی مولوی سادہ آدمی ہے یونینسٹ اسے کینچوا بنوا رہے ہیں' وہ کینچوا جو مچھلی پکڑنے کے لئے کانٹے پہ لگایا جاتا ہے اسے کینچوے کے طور پر استعمال کر رہے ہیں تو اگلے دن گاؤں کی گلیوں میں لڑکے نعرے لگاتے پھرتے تھے مولوی کینچوا مولوی کینچوا- علماء کمیٹی بنی پتہ چلا اس ساری صبح کا حاصل یہ تھا کہ اس پردے میں ریاض بسرا کو گھیر کر مارا جائے- ارے، حکومت کو بھی اب کینچوؤں کی ضرورت پڑ گئی- اور اس کے بعد اب اس کمیٹی کی افادیت چونکہ ختم ہو گئی تو آج اس کمیٹی کے سربراہ کا بیان نظر نواز ہوا' وہ فرماتے ہیں! مجھے حکومت کی نیت پہ کوئی اعتبار نہیں کہ یہ اسلام نافذ کرنا چاہتی ہے...... ارے اعتبار نہیں حضرت تو وہاں بیٹھے کس خوشی میں ہو اور سفارشات پیش کیں علماء کو کمیٹی نے- بہت بڑا اہم مسئلہ اٹھایا' جی! محرم میں شادی ہو سکتی ہے- لے شابا بھئی کر لے گل- لوگ بھوک سے مر رہے ہیں بندے بغیر علاج کے تڑپ رہے ہیں اور سڑکوں پر' تھانوں میں' ریلوں میں' گاڑیوں میں' کچہریوں میں' عدالتوں میں' ہر جگہ قتل ہو رہے ہیں یہ حضرات شادی کا سلسلہ حل کرنے چلے-

حضرات! ہر زیادتی کی' ہر ظلم کی ایک حد ہوتی ہے اور اگر محض تقریروں سے' محض نعروں سے' محض احتجاج سے اور محض کمیٹیاں بنانے سے ظلم مغلوب ہو سکتا تو محمد رسول اللہ ﷺ جو رحمۃ اللعالمین تھے تلوار اپنے دست مبارک میں کبھی نہ اٹھاتے- ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ تمہاری حیثیت کیا ہے' تم بہت تھوڑے ہو' ہم بہت تھوڑے ہیں' آپ زیادہ ہیں ہمیں قتل تو کرو گے- آپ طاقتور ہیں گولی تو مارو گے- آپ کے پاس اقتدار ہے آپ ہمیں ختم تو کرو گے- ہماری منزل اللہ کی راہ میں ختم ہو جانا ہی ہے- ہم اسی زندگی کی تلاش میں ہیں- ہمارا مسئلہ اس سے بھی حل ہو جائے گا لیکن یاد رکھو کوئی کربلا کسی یزید کو فائدہ نہیں دے گی-

خانوادہ نبوت کیوں کھیت رہا- کیا یزید نے نبوت کا اعلان کیا تھا؟ کیا یزید نے قرآن کا انکار کیا تھا؟ نہیں! یزید نے اسلامی نظام سے ہٹ کر اپنی پسند سے نظام بنانے کی کوشش کی تھی- جس کی قیمت یہ دی گئی کہ حضرت حسینؓ نے خانوادہ نبوت قربان کر دیا- ارے حسینؓ اپنی جان بھی دیتے تو ان کی اپنی نہ تھی وہ اس رسول ﷺ کے نواسے تھے جو اللہ کا آخری پیغمبر تھا اور جس نے انہیں گود میں اور کندھوں پر اٹھا کے پالا تھا ان کی جان بھی اسی نبی ﷺ کی امانت تھی- یارو! کبھی خیال کرو حضرت حسینؓ کو بھی حضور بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے حضرت حسینؓ کو بھی بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضری دینا ہے انہوں نے بھی لاکھ بار سوچا ہو گا کہ میرا نبی ﷺ مجھ سے سوال کرے گا کہ تو میرے ننھے ننھے معصوم بچوں کو' میری لائق صد احترام بیٹیوں کو' پردہ نشینوں کو کہاں لے گیا اور میرے خاندان کو کہاں ذبح کرا دیا- تجھے کیا حق ہے؟ صرف ایک جواب کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ تیرا لایا ہوا قانون اور انصاف پامال ہو رہا تھا میں نے اس مقابلے میں خود کو کھڑا کر دیا اور یہ سارے میرے دامن میں تھے میں نے تیرا گلستان لٹا دیا' تیرا قانون لٹنے نہیں دیا- محرم پھر آ رہا ہے محرم ہر سال آتا ہے اور ہر سال روئے زمین پر رسم حسینیت بھی ادا ہوتی ہے- کشمیر میں بھی رسم حسینی پہ لوگ فدا ہو رہے ہیں' کسووو میں جانیں اسی پر لٹا رہے ہیں' افغانستان میں لاکھوں شہید نقش قدم حسینیؓ ہی پر چلے' الجزائر میں اسی مسلک پر جانیں دی جا رہی ہیں' چپے چپے پہ عالم اسلام میں رسم حسینی ادا ہو رہی ہے- یزیدو! کب تک بچو گے' کہاں کہاں بچو گے؟ انشاء اللہ العزیز پاکستان میں بھی اگر نفاذ شریعت پر حکومت آمادہ نہ ہوئی تو حکومت کو کربلا کا سامنا کرنا ہو گا- ہمیں کوئی دشمنی نہیں ہے کسی سیاست دان سے' ہمیں کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے کسی سیاسی قیادت سے' ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے کسی حکومت سے' ہماری ساری مخالفت اس کافرانہ اور ظالمانہ نظام سے ہے-

ہمارے ہاں دانشور بھی اتنے ہیں جس طرح ساون میں مینڈکیں ہوتی ہیں- ہر ایک اپنی اپنی سر میں الاپتا ہے- ہمارے دانشور فرماتے ہیں کہ تمہاری زبان سے' تمہاری باتوں سے' خارجیت کی بو آتی ہے- ارے میں عرض کردوں حضرت علی المرتضیٰؓ کے خلاف خروج کرنے والے خارجی کہلائے اس لئے کہ حضرت علیؓ وہ حق و انصاف کی علامت تھے وہ سنت رسول ﷺ کے امین تھے وہ ان میں سے تھے جن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علیکم بسنتی وسنتہ خلفاء راشدین المهدین- او ماقال رسول اللہ ﷺ ان کے خلاف خروج تو خارجیت تھی لیکن یزید کے خلاف خروج کیا کہیں گے؟ ارے ہم ان خارجیوں کا اتباع نہیں کریں گے ہم اس خروج کا اتباع کریں گے جو حضرت حسینؓ نے کیا- ہم آج بھی حکومت سے پورے اعتماد سے کہتے ہیں کہ خدا کے لئے جتنا لوٹ چکے ہو کھا جاؤ'

قاموا فقالوا ربنا

مولانا محمد اکرم اعوان
دارالعرفان - منارہ 13-1-99

پندرھویں پارے میں سورۃ کہف کی آیات مبارکہ میں ارشاد باری ہے

کہ ہم آپ ﷺ کو ان نوجوانوں کا واقعہ سناتے ہیں جو پروردگار پر ایمان لائے جنہوں نے اللہ کریم کو اپنا رب مانا۔ وزدنھم ھدی اور ہم نے انہیں زیادہ ہدایت عطا کی۔ وربطنا علی قلوبھم اور ہم نے ان کے قلوب کو مربوط کر دیا۔

اذقاموا فقالوا ربنا رب السموت والارض جب وہ ڈٹ گئے 'اس بات پر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو ارض وسما کا پروردگار ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کو رب نہیں مانیں گے اور ہم بھی خدانخواستہ ایسا کہہ دیں تو یہ جہالت کی بات ہوگی' بے وقوفی کی بات ہوگی۔

اصحاب کہف کا قصہ مشہور ہے قرآن حکیم نے بھی بیان فرمایا ہے۔ پوری قوم گمراہی کی نذر ہو چکی تھی تو چند نوجوان جن کی تعداد بہرحال دس سے کم تھی مختلف چھ سات آٹھ بیان کی جاتی ہے لیکن چند نوجوان لڑکے تھے جو رب پہ ایمان لائے اور ارشاد ہوتا ہے۔ وربطنا علی قلوبھم ہم نے ان کے دلوں کو مربوط کر دیا۔ رابطہ ہوتا ہے رشتہ یا تعلق۔ اگر کسی قلب کا رابطہ تجلیات باری سے صفات باری سے ذات باری سے ہو جائے تو اس میں استقامت کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کو الٰہ ماننا ... مشکل نہیں ہے ... عقلاً" اللہ کو الٰہ ماننا پڑتا ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو الٰہ مانتے ہیں اور شرک کرتے ہیں وہ بھی بالآخر ایک سب سے بڑا معبود مانتے ہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کو رب مانا جائے اور عبادت نام ہے کسی سے نفع کی امید پہ اس کی غیر مشروط اطاعت کرنا یا کسی نقصان کے اندیشے سے اس کی اطاعت کرنا یعنی اپنی امیدیں اس کے ساتھ وابستہ کرنا۔ تو اگر ربوبیت کا اقرار اللہ کریم کے ساتھ کر لیا جائے تو پھر دوسری کوئی طاقت ایسی نہیں رہتی جو آدمی کو روک سکے یا مرعوب کر سکے۔ یہاں یہی ارشاد فرمایا گیا۔

امنوا بربھم زندگی موت' عزت ذلت' رزق روزی' صحت بیماری' یہ ساری چیزیں جو ہیں ان کا تعلق ربوبیت باری سے ہے۔ اور اگر اللہ کو رب مان لیا جائے تو پھر باقی جتنے کام ہیں دنیا کے ان کی حیثیت یہ ہو جاتی ہے کہ وہ محض اللہ کی اطاعت کے لئے کئے جاتے ہیں۔ چونکہ اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے اس لئے اسباب اختیار کئے جاتے ہیں نتائج جو ہیں وہ اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر ہوتے ہیں۔ اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ اللہ کو معبود ماننا آسان ہے اور اسے رب ماننا بہت مشکل ہے۔ آدمی اقرار تو ... کرتا ہے اور ... بھی ہے لیکن ... مشکل ہو جاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی امیدوں پہ چھوٹی چھوٹی خواہشات پہ لوگ بک جاتے ہیں اور ... اللہ کی اطاعت کے لئے کوئی آدمی چند لمحے ... نہیں کر سکتا۔ ... ہوتی ... نمازیں ہوتی ... رہتا ہے خواہ فارغ بیٹھا ہو۔ تو جو نمازی بھی ہے اس کے پاس بھی کوئی گاہک آجائے تو وہ نہیں چھوڑ سکتا فارغ ہو گا تو جائے گا نماز کے لئے۔ کہتا رہتا ہے اللہ کو رب لیکن اس کا یقین اس کی اپنی دکان میں ہے کہ روزی یہیں سے ملتی ہے۔

تو یہ جو لڑکے تھے ان کے بارے اللہ کریم شہادت دیتے ہیں کہ انہیں میری ربوبیت پہ اعتماد ہو گیا تھا' یقین ہو گیا میری ربوبیت پہ اور جب کوئی مجھ پہ بھروسہ کرتا ہے تو پھر میں اسے قوت بھی دیتا ہوں۔ میں نے ان کے یقین کو پختہ کر دیا اور اس یقین کی پختگی کا یہ ہوا کہ ان کے دلوں کا رابطہ ہو گیا' مربوط ہو گئے ان کے دل وربطنا ہم نے رابطہ کر دیا ان کے دلوں کو۔

یہ جو اللہ اللہ اور ذکر الٰہی کے بعد متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اسے رابطہ کہتے ہیں۔ اسے اسی لئے رابطہ کہا جاتا ہے کہ ایک رشتہ ایمان براہ راست ذات باری سے ایسا استوار ہو کہ ہر معاملے میں اسی پہ اعتماد ہو جائے۔ اب ان کے رابطے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس بات پر ڈٹ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو ارض وسما کا رب ہے اور اس کے علاوہ ہم کسی کو رب نہیں مانیں گے۔ کسی ... سوال دراز نہیں کریں گے کسی ... مدد کے لئے نہیں پکاریں گے کسی سے نفع نقصان کی امید بھی نہیں رکھیں گے اور رہ گئی ہماری قوم فرمایا

ھولاء قومنا اتخذوا من دونہ الھۃ

یہ تو سارے ہی گمراہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے تو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود مان لیا ہے جس کی ان

کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اللہ کے علاوہ دوسرے کو رب ماننے کی یا دوسرے کی ربوبیت کی دلیل کوئی نہیں اس لئے کہ جتنے بھی ہیں اللہ کے علاوہ وہ خود محتاج ہیں۔ محتاج دوسرے کا رب کیسے ہوگا۔ جو اپنے لئے محتاج ہے وہ دوسرے کا رب کیسے ہوگا۔ اب وہ امیرزادے تھے' ایک تو ان کی خاندانی شوکت وجاہت' آرام دہ زندگی تھی پھر سارا خاندان والدین بہن بھائی دوست پھر بادشاہت اور حکومت' سلطنت' قوم ہر چیز چھٹتی بھی چلی گئی پھر ان کے خلاف بھی ہوتی چلی گئی۔ اب سوال تو بہت سے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ پانچ چھ آدمیوں کی پوری قوم کے مقابلے میں حیثیت کیا ہے یا ایک حکومت وسلطنت کے مقابلے میں پانچ چھ آدمی کیا کر سکتے ہیں تو انہوں نے جو کہا وہ یہ تھا کہ کچھ کریں یا نہ کریں اس بات کا اعلان ہم ضرور کریں گے کہ تم ناحق پر ہو اور تمہارے پاس اس ناحق کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم اسے پروردگار مان رہے ہیں جو اس کائنات کا رب ہے' زمین و آسمان کا رب ہے' کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ بے پناہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے پالتا ہے' زندگی دیتا ہے موت دیتا ہے' ایک مربوط نظام ہے اتنا وسیع کہ جس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ جو اس کو چلا رہا ہے جو اس کا بنانے والا ہے ہم اس کو رب مانتے ہیں اور تم اپنی امیدیں اس عارضی بادشاہ سے یا حکمران سے یا بتوں سے لگا کر اپنے رب مانے بیٹھے ہو جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

تو حاصل کلام یہ ہوا کہ اصل مقصد حیات یہ ہے کہ وہ ربط حاصل ہو جائے جو استقامت علی الدین نصیب کر دے اور کوئی بڑی سے بڑی طاقت دین سے ہٹانے پر یا دین چھڑانے پر مجبور نہ کر سکے۔ آج کا ہمارا قومی مسئلہ ہی یہ ہے کہ تعداد میں تو مسلمان بہت زیادہ ہیں' عبادات کرنے والے بھی بہت زیادہ ہیں' ابھی بات ہو رہی تھی تو کہہ رہے تھے کہ جی مکہ مکرمہ میں بھی ہلکی ہلکی بارش لگی ہوئی ہے اور رش اتنا ہے کہ حرم میں داخل ہونے کی جگہ نہیں مل رہی تراویح دکھا رہے ہوتے ہیں رات کو تو چھت پر بھی کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہوتی حرم بھی بھرے ہوئے ہیں' مساجد بھی بھری ہوئی ہیں' گھروں میں اللہ اللہ ہو رہی ہے لیکن جب بات ہوتی ہے اسلام پر عمل کرنے کی تو سامنے امریکہ کھڑا ہو جاتا ہے' سامنے یورپ آجاتا ہے' سامنے غیر اسلامی طاقتیں آجاتی ہیں اور سارے مسلمان مل کر یہ کہتے ہیں کہ جی اس معاشرے میں ان سے کٹ کر ہم کیسے جی سکتے ہیں؟ کیوں ایسا ہوتا ہے؟ اس لئے کہ ہمارا دعویٰ ایمان تو ہے لیکن دلوں کو وہ رابطہ نصیب نہیں جو جرات دیتا ہے' قوت دیتا ہے جو کمی بیشی سے ہٹا کر محض حق کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ دنیا میں بزرگ علماء ہی نہیں' ایسے انبیاء علیہم السلام بھی گزرے ہیں جن کی کسی ایک بندے نے بھی بات نہیں مانی۔ ایسے نبی گزرے ہیں دنیا میں' جن کی ساری زندگی کسی ایک بندے نے بات نہیں مانی لیکن کوئی طاقت انہیں اپنے جادہ مستقیم سے ہٹا نہیں سکی' وہ اکیلے بھی حق پر قائم رہے۔ میدان حشر میں ایسے نبی بھی ہوں گے کہ کسی کے ساتھ ایک' کسی کے ساتھ دو' کسی کے ساتھ دس لوگ ہوں گے ساری زندگی میں جن لوگوں نے ان کی بات سنی۔ لیکن باقی ساری قوم جو گمراہی پر رہی وہ خود گمراہی پر رہی یا ان کی اطاعت نہ کی لیکن انبیاء علیہم السلام کو اس بات سے جس کی دعوت لیکر وہ مبعوث ہوئے تھے ہٹا نہیں سکے۔

حضرت نوح علیہ السلام جنہیں آدم ثانی کہا جاتا ہے اس لئے کہ دنیا میں اب جتنی انسانی آبادی ہے وہ ان کی اولاد ہے تو ان کی ساڑھے نو سو سالہ محنت کا حاصل کوئی اسی (80) کے لگ بھگ افراد تھے۔ ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ اور وہ بھی اولوالعزم رسول کی تبلیغ یعنی کس قدر قوت' کس قدر احقاق حق' کتنے انوارات' کتنی برکات ان کے ارشادات میں' ان کے قلوب میں' ان کی صحبت میں اور کتنے سیاہ دل لوگ تھے کہ ساڑھے نو سو سالوں میں متاثر نہ ہوئے۔ اور جس وقت طوفان آیا تو کشتی میں جو لوگ ان کے ساتھ سوار ہوئے ان کی تعداد کم وبیش اسی (80) کے لگ بھگ ہی لکھی جاتی ہے۔ تو یہ اسی افراد جو تھے ان کی ساڑھے نو سو سال کی محنت تھی۔ لیکن کیا قوم انہیں مرعوب کر سکی یا ان کو اس جادہ مستقیم سے ہٹا سکی یا ان کی دعوت کمزور کر سکی؟ ہرگز نہیں! بڑی ایذائیں دی گئیں مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا پھر جب ہوش آتا تھا اٹھ کر اپنی بات دہرانے لگتے تھے۔

تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جو لوگ حق پر ہوں وہ بہت زیادہ تعداد میں بھی ہوں اور افرادی قوت سے دنیا پر غالب آئیں تو تب وہ حق کا اظہار کریں یہ ضروری نہیں۔ ضروری یہ ہے کہ اہل حق' حق کے ساتھ رہیں اور برملا رہیں اور اللہ پر اعتماد کر کے رہیں۔ دنیا پہ کیا ہوگا؟ حق کا غلبہ ہو گا یا باطل کا غلبہ ہوگا۔ یہ لوگوں کے اپنے اپنے نصیب ہیں اللہ کی اپنی کائنات ہے اس کے اپنے افراد ہیں' بندے بھی اس کے زمین بھی اس کی زمانہ بھی اس کا۔ اگر کسی کی قسمت میں ہے تو اسے وہ اسلامی نظام اور اسلامی عدل نصیب کرے گا اگر لوگوں کی قسمت میں نہیں ہے تو انہیں کہاں نصیب ہوگا یہ تو اس کا اور اس کے بندوں کا معاملہ ہے یہ معاملہ رب العالمین کا اور اس کی مخلوق کا ہے لیکن جن لوگوں پر حق واضح ہے اور جنہیں حق پر یقین ہے انہیں اسباب اختیار تو کرنے چاہئیں لیکن اسباب

ہی کو آخری حجت اور دلیل نہیں ماننا چاہئے۔ اسباب اور وسائل یا افرادی قوت یا تکنیکی کمی جو ہے وہ احقاق حق میں روکاوٹ نہ بن سکے۔ یہ حاصل ہوتا ہے یہ ازخود نہیں ہوتا یہ ایک قوت جو من جانب اللہ عطا کی جاتی ہے وہ یہ جرات عطا کرتی ہے۔

اور اللہ کریم کا قاعدہ یہ ہے کہ جو بھی خلوص سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسے وہ اس کی توقع سے زیادہ عطا فرماتا ہے' اس کی دعاؤں سے اس کی تمناؤں سے زیادہ عطا فرماتا ہے اور اگر کوئی اپنے آپ کو متوجہ نہیں کرپاتا' اپنے دل میں اللہ کے سوا دوسروں سے امیدیں لگائے رکھتا ہے تو اس پر اس کی رحمت بھی متوجہ نہیں ہوتی۔ دل کو متوجہ الی اللہ کرنے کے لئے اور دل میں اس کی عظمت جاگزیں کرنے کے لئے ہی ذکر قلبی ہے۔ یہی اس کا حاصل ہے کہ رابطہ جو ہے وہ اللہ جل شانہ سے' بارگاہ نبوت ﷺ سے ہو جائے دلوں میں جو زنگ آجاتا ہے کلا بل ران علی قلوبھم۔ فرمایا جو لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دل زنگ خوردہ ہو جاتے ہیں تو زنگ خوردہ دل جو ہے اس میں عظمت الٰہی یا اطاعت الٰہی یا اللہ سے محبت' اللہ سے توقعات جو ہیں نصیب نہیں ہوتیں۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے لکل شئی صقالتہ۔ ہر چیز کے لئے پالش ہوتی ہے وصقالتہ القلوب ذکر اللہ۔ او کما قال رسول اللہ ﷺ اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے اللہ کا نام ہے۔

ہر راستے میں کچھ مشکلات ہوتی ہیں' کچھ روکاوٹیں ہوتی ہیں' کچھ آزمائشیں ہوتی ہیں۔ اللہ اللہ کی جاتی ہے عظمت الٰہی کو دل میں جاگزیں کرنے کے لئے اور اس کی سب سے بڑی روکاوٹ یہ ہے کہ دل میں اپنی بڑائی کا خیال آجاتا ہے خطا کا ہو جانا گناہ کا ہو جانا غلطی کا ہو جانا تو انسانی مزاج ہے لیکن خود کو بڑا سمجھنے لگنا یہ وہ خطا ہے جو دل کو رابطہ نصیب نہیں ہونے دیتی۔ کیونکہ بڑائی صرف اللہ کو سزاوار ہے۔

الکبر ردائی۔ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ بڑائی میرا اوڑھنا ہے میری چادر ہے اگر کوئی اپنے آپ کو بڑا بنانا چاہتا ہے یا خود کو بڑا سمجھنا شروع کر دیتا ہے تو گویا اس نے میری چادر میں ہاتھ ڈالا۔ بڑائی صرف اللہ کو سزاوار ہے۔ اگر دل کو رابطہ نصیب ہو تو اس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ اپنے لئے بڑائی نہیں پیدا ہوتی' اپنے دل میں اپنے عجز اور اپنی محتاجی کا احساس آنے لگتا ہے۔ اپنے سامنے اپنی حیثیت واضح ہونے لگتی ہے کہ میں کیا ہوں میری حیثیت کیا ہے تو سب سے بڑی اس میں جو روکاوٹ آتی ہے وہ یہ آتی ہے کہ آدمی خود کو بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے

ہم نے اور ساتھیوں نے آپ نے بھی دیکھا حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ (مولانا اللہ یار خاں مدظلہ) نے بے پناہ محنت فرمائی اور آخری وقت تک حتی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال بھی سفر میں ہوا۔ کتنے لوگوں نے شیخ کی صحبت برسوں حاصل کی اور شیخ کی آنکھ بند ہوتے ہی اپنی الگ جماعت بنانے کی فکر لگ گئی۔ یہ نہیں کہ انہوں نے محنت نہیں کی تھی۔ ہمارے ساتھ رہے' ہمارے ساتھ راتوں کو جاگے' مجاہدے کئے' اللہ اللہ کی لیکن اپنی بڑائی کی بات دل سے نہ نکلی بلکہ اپنے بڑا ہونے کی بات دل میں آگئی۔

ہمارے ساتھ ایک ساتھی ذکر کیا کرتے تھے۔ ہم لطائف کرتے تھے اور ان کے مراقبات منازل بالا میں اور عرشوں میں تھے۔ بہت نیک آدمی تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں کم' کم لوگوں کو اس طرح زندگی بسر کرتے دیکھا ہے۔ اس شخص کی عادت تھی کہ تہجد کا وضو ظہر تک چلتا تھا اور ظہر کو وضو کرتا تھا تو پھر سو جاتا عشاء کے بعد پھر اٹھ کر تہجد کا وضو کرتا تھا۔ ایک ساتھی حضرتؒ نے اس کے پاس بھیجا تھا کہ اسے کچھ دن اپنے پاس رکھو' اسے اس نے نکال دیا واپس کر دیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے جواب طلبی کی۔ بھئی! میں نے بھیجا تھا اسے اللہ اللہ سکھاؤ تو اس نے کہا حضرت یہ تو ہر نماز کے لئے الگ وضو کرتا ہے اور یہ باوضو نہیں رہ سکتا اس لئے میں اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ اس کے نزدیک اس کا جرم یہ تھا کہ یہ باوضو نہیں رہتا۔ یہ اتنا کھاتا ہے کہ باوضو رہ نہیں سکتا۔ اور وہ ہمارا ساتھی خود کھاتا پیتا ہی اتنا تھا کہ اسے بار بار رفع حاجت کی حاجت نہیں ہوتی تھی ہر وقت اللہ اللہ کرتا' بیوی بچے نہیں تھے' شادی ہوئی نہیں تھی' نوجوان آدمی تھا' اور کبھی مشاہدے یا کشف کے لئے وہ آنکھ بند نہیں کرتا تھا۔ آپ سے بھی بات کر رہا ہے برزخ کا بھی بتا رہا ہے' ادھر کی بھی بات کر رہا ہے۔ تین چار ساتھی اس وقت ہوتے تھے اور بعض دفعہ وہ اس سے شرارتیں بھی کرتے تھے۔ ایک بندہ اشرف نامی قتل ہو گیا چکڑالے کا ہی تھا اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا سوتے میں کسی نے گولی مار دی۔ تو وہ چاہتے تھے اس سے پوچھا جائے لیکن وہ ساتھی کہنے لگے اسے اگر ہم کہیں گے کہ اس کے بارے بتاؤ تو یہ بتائے گا کہ نہیں۔ اس سے کوئی داؤ چلانا چاہئے۔ بھئی ہمارا ایک ساتھی تھا وہ فوت ہو گیا اس کا نام اشرف تھا اس قبرستان میں وہ دفن ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس میں تو کتنے ہی اشرف ہیں اس کی ولدیت بتاؤ۔ اس کے باپ کا نام فلاں تھا۔ اس نے کہا وہ تو قتل ہوا ہے۔ کس نے کیا؟ اس نے کہا اچھا' تو اس لئے تم یہ ساری بدمعاشی کر رہے ہو۔

یہ پولیس کو بتاؤ وہ تلاش کرے، میرا کام نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت میں غوث بن گیا ہوں اور مجھے ہر پتھر بھی یا غوث کہہ کر پکارتا ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ پتھر کے ساتھ شیطان ہو گا اور تجھے اپنی بڑائی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اس طرح کے وہموں میں نہ پڑ۔ اسے خیال آیا کہ میں غوث ہو گیا ہوں تو شاید وہ ناراض ہو گئے ہیں اس لئے مجھے کہہ رہے ہیں۔ اس نے کہا جی اللہ کی عطا ہے پھر مجھے اس نے دے دیا ہے تو اس میں کیا حرج ہے، کیا بات ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے بات یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو مجھے بھی تو کوئی اطلاع ہوتی۔ تجھے اللہ اللہ تو میں نے سکھائی ہے، استاد تو میں ہوں، تجھے برکات میری وساطت سے ملتی ہیں تو جو کچھ تجھے ملتا ہے اس کا مجھے بھی تو علم ہونا چاہئے تھا، تجھے دھوکا لگ رہا ہے۔ اس نے جواباً لکھا کہ جب آدمی منازل بالا میں یا عرشوں میں چلا جائے تو اس کا رابطہ براہ راست ہو جاتا ہے پھر اسے شیخ کی ضرورت اور احتیاج تو نہیں رہتی۔ ایک دروازہ ہے جو اللہ کی طرف کھل جاتا ہے اللہ کی بارگاہ میں۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے لکھا کہ بھئی دروازہ تو بہرحال شیخ ہی رہتا ہے وہ نہیں پہنچ جائے اور بس کی تو بات کر رہا ہے وہ دروازہ تیرے ہاتھ سے ایسا چھوٹے گا کہ تجھے زندگی بھر نصیب نہیں ہو گی [illegible]۔

اور ہم نے اسے اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ وہ کہتا تھا خدا ہے ہی نہیں۔ [illegible] خدا کے منازل گئے، مراقبات گئے، [illegible] پھر ایک دفعہ پورا پاکستان [illegible] کہ جی کوئی ایسا بندہ بھی مجھے نہیں [illegible]

ہو جائے تو پھر پتہ نہیں جڑتے نہیں یا کوئی جرم ایسا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو معاف ہی کر دیا لیکن شاید اللہ نے معاف نہیں کیا پھر وہ بالکل ساقط۔ پھر ہم نے دیکھا کہ وہ اللہ کے وجود کا انکار کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کیا دلیل ہے کہ رب میں کہتا ہوں یہ پھر خدا ہے، کوئی خدا ہے؟ آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ اس طرح سے بلوا کرتا تھا اس طرح مر گیا۔ نہیں معلوم کیا، پتہ نہیں کہاں کھو گیا۔ کوئی علم نہیں ہوا کہاں مرا، کہاں گیا، پھر سنا نہیں مدت ہو گئی تیس بتیس سال ہو گئے اس کے بارے سنا نہیں۔ اس طرح کئی لوگوں کو اس انجام سے دوچار ہوتے دیکھا ہے۔ لیکن جس کے ساتھ بھی یہ حادثہ ہوا اس وجہ سے ہوا کہ وہ اپنی بڑائی میں گرفتار ہو گیا۔ عظمت باری کے دل میں آنے کی دلیل یہ ہے کہ آدمی کی اپنی خودی اور اپنی حقیقت اپنی احتیاج آشکارہ ہو جاتی ہے اسے یہ احساس ہو کہ میری حیثیت کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے وہ عظمت اللہ کی ہے اور اللہ پر اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ اگر پورا عالم بھی اللہ کی نافرمانی پہ کھڑا ہو جائے، وہ اکیلا بھی ہو تو اسے اللہ کا اعتقاد متزلزل نہیں ہونے دیتا، ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے کہ حق یہ ہے۔

اور اصل قوت جو ہے انسان کی وہ اللہ کا نام ہی ہے اور وہ رابطہ یا وہ تعلق ہے جو دل کا اللہ کی ذات کے ساتھ استوار ہو جاتا ہے اللہ کریم تکبر سے اور اس کی آزمائش سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

بقیہ۔ طب نبوی

[illegible] پہلے [illegible] Sulphur [illegible] کی ایک خوراک دی جائے اور [illegible]

مریضوں کو ایکسرے ایک ہی مرتبہ ٹانکے کاٹتے وقت لگوایا اور نتائج اچھے رہے۔

یہ تمام علاج ہوتے رہتے ہیں مگر گوشت کے اضافی لوتھڑے لوگوں کے لئے مصیبت کا باعث بنے رہتے ہیں۔

بقیہ۔ آخرت اور تصوف

اسلام آباد تھا تو ایک مولانا دعا مانگ رہے تھے عربی میں دعا مانگ رہے تھے کہ اللہ جو دنیا میں مسلمانوں کی اللھم انصر المسلمین فی البوزنیا حالانکہ وہ ملک جو ہے وہ اسلامی ملک ہے اور بوسنیا اس کا نام ہے انگریزوں نے اپنے اس تلفظ سے بوسنیا کو بوزنیا کر دیا تو مولانا دعا عربی میں مانگ رہے تھے [illegible] لیکن اہل مغرب کی [illegible] جا رہے تھے اسی طرح ایک ریاست تھی اسلامی "چیچن" جسے مغرب والے چیچنیا لکھتے پڑھتے ہیں۔ انگریزی میں چیچنیا اس کا اصل تلفظ نہیں ہے اصل تلفظ "چیچن" ہے۔ اسلامی ریاست تھی کسی زمانے میں پھر روس نے ہڑپ کر لی تب وہاں سے نکلے تو اب تک ان میں جنگ ہوتی رہی اور آج کی بات خوبصورت یہ تھی کہ اہل چیچن نے اعلان کر دیا ہے کہ ہمارے ملک کا دستور قرآن حکیم [illegible] ہیں اور ابھی ان پر [illegible] لیکن [illegible] اعلان کر دیا ہے کہ ہمارا دستور قرآن حکیم ہے [illegible] اور قرآن و سنت [illegible] کہ اللہ [illegible] پاکستان کو بھی نصیب [illegible]

بقیہ۔ شہادت کیا ہے

اب تو کوئی [illegible] اب تو معاشی نظام [illegible] کر دو۔ اب تو ملکی وسائل کو غریب [illegible] تنگ آنے دو۔ اب تو غریب [illegible] دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی [illegible] ترقی یافتہ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے [illegible] ترقی [illegible] اصولوں [illegible] یافتہ ہوئے [illegible] ہر قدم پر [illegible] اسلام [illegible] مسلمان ہوتے [illegible] اس وقت صرف پانچ [illegible] یہودیوں [illegible] مسلمان ہیں اس میں پچپن اسلامی ریاستیں ہیں۔ پچپن کی پچپن ریاستوں پر یہودیوں کا [illegible] نظام مسلط ہے کیا [illegible] ہے؟

[illegible] مقدس کی سرزمین سے یہودیوں کے اخراج کا حکم دیا تھا [illegible]

[illegible] چھوڑ [illegible] مسلمانوں کا قتل [illegible] ہیں حاضر [illegible] ایک ملک سے پوری آبادی کو نکال دیا جاتا ہے اور نسلوں کا صفایا کیا جا رہا ہے اور ان مسلمان حکمرانوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کہ یہ خود یہودی کے اور اس کے نظام کے غلام ہیں۔ کتنے عرصے بعد آج ہمارے وزیر خارجہ فرماتے ہیں کہ

ہم مسلمانوں کی [illegible] ان کی اجازت نہیں دے سکتے کہ شاید ان سے خواب میں کوئی اجازت لینے آیا ہے۔

خدا کے لئے اے مسلمانو! غیرت اسلامی کو جوش میں لاؤ، اقتدار کے لئے نہیں، مفاد کے لئے نہیں، حق کو غالب کرنے کے لئے میدان میں اترو۔ میں ان ساتھیوں سے گزارش کرتا ہوں جو سابقہ فوجی ہیں، ہر سابقہ فوجی اپنے لئے اپنی وردی اپنے رینک کے ساتھ تیار کروائے، گولی چلانے والے کو یہ بھی سمجھ آئے جس پر گولی چلا رہا ہوں اس کا خون بھی اس ملک کی سرحدوں میں شامل ہے۔ اور انشاء اللہ ہم جلسوں کا اختتام کر رہے ہیں بہت ساتھیوں نے بار بار اصرار یہاں پر جلسہ رکھ لیا اب جلسوں کا وقت گزر گیا۔ اب عمل کا وقت ہے اور ہم حکومت سے [illegible] گزارش کرتے ہیں اگر کسی نے بات سنی تو حاضر ہو کر بھی کہیں گے کہ فوری اسلام نافذ کرو اور نہیں کرو گے تو ہم اس کافرانہ نظام سے بغاوت کا اعلان کرتے ہیں کوئی مائی کا لال ہمیں اس کافرانہ نظام کے سامنے جھکا نہیں سکے گا انشاء اللہ العزیز اس نظام سے ٹکرائیں گے اور جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ تمام اس نظام کا مقدر ہوگا اللہ کریم ہر اس مسلمان کو کامیاب کرے جو اللہ کے دین کو کامیاب کرنے کے لئے میدان میں اترے۔ آمین

دعائے مغفرت

[illegible] وفات پا گئے ہیں۔ تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی استدعا ہے۔

توجہ فرمائیے

ماہنامہ المرشد نہ ملنے کی شکایت اور سالانہ چندہ درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

پتہ:۔

ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی
کالج روڈ ٹاؤن شپ
لاہور ۔ ۵۴۷۷۰

[illegible]

خطاب امیر محمد اکرم اعوان

دار العرفان۔ 99-3-12

ڈاکو

قرآن حکیم نے ایک خوبصورت اصول ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو ایمان نصیب ہوتا ہے ان الذین امنوا وعملوا الصلحت ان کے کردار کی اصلاح ہو جاتی ہے وہ عمل صالح اختیار کرتے ہیں سیجعل لھم الرحمٰن ودا اللہ کریم ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دیتے ہیں۔

دار دنیا میں انسان تنہا نہیں رہ سکتا۔ انسان کا مزاج ایسا ہے تخلیقی طور پر کہ کوئی بھی اکیلا نہیں رہ سکتا اسے دوسروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مدنی الطبع یعنی مل جل کر رہنے والے آدمی۔ تو یہ مل جل کر رہنے والی اللہ کی مخلوق مل جل کر کیوں نہیں رہتی؟ کیوں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں؟ کیوں ایک دوسرے کو ایذا دیتے ہیں؟ کیوں ایک دوسرے کی تکلیف کا سبب بنتے ہیں؟ اللہ کریم کا نظام ایسا ہے کہ اس نے انسان پیدا فرمانے سے پہلے ان کے حصے کا رزق پیدا فرما دیا اس رزق کو اس نے بوریوں میں بند کر کے نہیں رکھا اس نے زمین کی تہوں میں پھیلا دیا۔ انسان کو اگر کھانے کے لئے ایک منہ دیا ہے تو مشقت کے لئے دو ہاتھ عطا فرمائے کہ اللہ کی کائنات میں محنت کرے، مسنون طریقے سے جائز اور حلال طریقے سے مزدوری کرے، کاروبار کرے، کام کرے اور ان وسائل سے اپنے حصے کا رزق پیدا کرے اور پھر اگر اس کے پاس ایک حد سے زیادہ آجائے تو اس میں سے اللہ کے نام پر ایک مخصوص حصہ ضرور دے، صدقات دے، محتاجوں کی مدد کرے۔ جو وسائل رزق ہیں وہ ساری مخلوق کے لئے ہیں۔ جس طرح سورج سب کے لئے طلوع ہوتا ہے جس طرح ہوا سب کے لئے چلتی ہے اسی طرح سارے وسائل رزق پر بنی آدم میں سے ہر فرد کا حق ہے۔ وہ مومن ہے یا کافر وسائل پر اس کا حق ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ کچھ لوگ تو دوسرے کا پیدا کیا ہوا رزق چھیننا چاہتے ہیں اور یہ عمل صالح نہیں، یہ غیر صالح عمل ہے۔ یہ عمل عداوت اور دشمنی پیدا کرتا ہے، محبت سے محرومی، برکات نبوی ﷺ سے محرومی اور اللہ کی رحمت سے محرومی اس کا پھل ہے۔

کچھ لوگ منظم طریقے سے وسائل پہ قابض ہو جاتے ہیں دوسروں کو وہ وسائل اختیار کرنے نہیں دیتے جیسے حکومتیں اور حکمران طبقہ اور برسراقتدار طبقہ جو اپنا قبضہ وسائل پہ جما لیتا ہے۔ غیر صالح عمل اور وسائل پر قبضہ یہ دونوں طریقے ظالمانہ ہیں۔ بہت بڑا ظلم ہے۔ کوئی کسی کا پیسہ چوری کرتا ہے یا ڈاکہ ڈال کر اس سے چھین لیتا ہے یا وہ کسی کو قتل کر کے پیسے لیتا ہے لیکن یہ جتنا ظلم اس نے کیا اس ایک فرد یا ایک خاندان سے ہوا لیکن جو لوگ وسائل پہ قابض ہو جاتے ہیں وہ اس ملک میں رہنے والی ساری مخلوق کے لئے ڈاکو بن جاتے ہیں اور ان کا جرم اس سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ جو بے شمار لوگ بغیر علاج کے تڑپتے ہیں، بھوک اور پیاس کی مصیبتیں جھیلتے ہیں، بے شمار لوگوں کی عزتیں لٹتی ہیں یہ اسی سبب سے ہے کہ چند لوگوں کا گروہ اقتدار پہ قابض ہے وہ دوسروں کے حصے کا مال جمع کرتا رہتا ہے وہ لوٹتے لوٹتے مرجاتے ہیں اور وہ پیسے ان کے کسی کام نہیں آتے وہ دنیا کا کوئی اور بندہ کھا جاتا ہے۔ شہنشاہ ایران نے جو عمارتیں امریکہ میں بنوائیں وہ میں نے دیکھیں، گمان ہوتا تھا گویا چاندی کی بنی ہوئی ہیں۔ شگاگو میں پچاس پچاس ستر ستر اسی اسی سو سو منزلہ عمارتیں بنی ہوئی ہیں ایک عمارت، شگاگو ٹاور کی ایک سو بیس منزلیں ہیں اس کے بعد دوسری بلند عمارت وہ تھی جو شہنشاہ ایران کی تھی جس میں اب امریکی حکومت کے دفاتر ہیں۔ کھربوں روپے کے زر و جواہرات نقدی اس کی وہاں جمع تھی جو امریکہ والے کھا گئے۔ مارکوس اپنے ملک کو لوٹتا رہا اس کی بیوی کے جوتوں کی ایڑیوں پہ جو ہیرے لگے ہوئے تھے وہ 35 ہزار ڈالر کی ایک جوڑا جوتی تھی جس پر ہیرے لگے ہوئے تھے وہ ستر لاکھ روپیہ بنتا ہے لیکن مر گیا اور وہ پیسے وہ کھا گئے۔ اس طرح ہمارے محمد خان جونیجو صاحب کے وہاں کروڑوں ڈالر جمع تھے یہ مر گئے اور اس کا بیٹا پیٹتا رہا لیکن اسے انہوں نے پیسے نہیں دیئے، کھا گئے اور بے شمار لوگوں کے جن میں موجودہ اپوزیشن اور اہل اقتدار شامل ہیں ان کے کوئی ایک سو اسی ارب ڈالر کے قریب وہاں جمع ہیں اور اگر ایک سو اسی ارب ڈالر کے روپے بنائے جائیں تو پتہ نہیں کتنے بنیں جب ضیاء الحق کا حادثہ ہوا تو ضیاء الحق کی وفات پر پورے ملک پر سولہ ارب ڈالر قرضہ تھا سولہ سو کروڑ ڈالر کا مقروض تھا پاکستان۔ 1987ء میں ضیاء الحق کا حادثہ ہوا تھا اور اب 1999ء چل رہا ہے بارہ سالوں میں دونوں حکومتیں قرضہ لیتی رہیں تو وہ سولہ سے تیس ارب ڈالر ہو گیا دس سالوں میں یعنی سولہ ارب ڈالر چالیس سالوں میں لئے گئے نواز شریف اور بے نظیر کی حکومتوں نے سولہ ارب ڈالر دس

سالوں میں لئے اور اب دو سال میں نواز شریف کی حکومت نے بارہ ارب ڈالر اور لئے اور پندرہ ارب ڈالر کی منظوری ہے وہ بھی یہ لینا چاہتے ہیں اگر وہ بھی مل گئے تو ستاون ارب ڈالر قرضہ ہو جائے گا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس سارے میں سے کسی عام آدمی کو کوئی پائی دھیلہ نہیں پہنچا کہ کہیں آٹا سستا ہو گیا ہو' کہیں کپڑے کا ریٹ کم ہو گیا ہو' کہیں کوئی دوائی سستی ہو گئی ہو' کہیں کوئی تعلیم میں آسانی! کوئی کسی عام آدمی تک ایک دھیلہ نہیں پہنچا جب کہ سارا قرضہ بمعہ سود عام آدمی نے واپس کرنا ہے۔ یعنی نہ صرف یہ کہ ملکی وسائل ملکی ذرائع جن سے آدمی روزی پیدا کر سکتا ہے ان پر اقتدار والوں نے قبضہ کر لیا بلکہ ملک کے عام آدمی کو کافروں کے سامنے رہن رکھ دیا۔ اور عالم یہ ہے کہ چودہ کروڑ مسلمان بتالیس ارب ڈالر میں یہودیوں کے پاس رہن ہیں اور کم وبیش دو ڈھائی سو آدمی ملک کے ایسے ہیں جن کا امریکہ میں ایک سو اسی ارب ڈالر جمع ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ چالیس بتالیس ارب ڈالر بھی وہی لوٹ کر لے گئے ان کے علاوہ ایک سو چالیس ارب ڈالر مزید یہاں سے لوٹ کر لے گئے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر آدمی کو برابر رزق ملتا ہے ہر آدمی کا قد برابر نہیں ہے ہر آدمی کی شکل ایک جیسی نہیں ہے ہر آدمی کا علم برابر نہیں ہے ہر آدمی کی استعداد برابر نہیں ہے ہر آدمی کی نظر ایک جتنی نہیں ہے ہر آدمی کی فکر ایک جیسی نہیں ہے تو ہر آدمی کا رزق بھی برابر نہیں ہوگا کچھ امیر ہوں گے کچھ غریب ہوں گے کچھ مزدور ہوں گے کچھ مالک ہوں گے یہ تو درست ہے لیکن یہ تو صحیح نہیں ہے کہ چند آدمی پورے وسائل پر قابض ہو کر بیٹھ جائیں اور باقی لوگوں سے کہیں تمہارے لئے تو اللہ نے پیدا ہی کچھ نہیں کیا۔ وسائل پر تو کسی کو قابض ہونے کا اختیار نہیں ہے۔ ہر آدمی کی ان تک رسائی ہونی چاہئے۔ اب تو یہاں حد یہ ہو گئی ہے کہ بے شمار غریب لوگ بے چارے میرے پاس آجاتے ہیں جی آپ کی بات کون ٹال سکتا ہے جی آپ ہمارا بیٹا ملازم کرا دیں اور حال یہ ہے کہ چپڑاسی کی جگہ ہو تو وہاں وزیر کی چٹ آئی ہوئی ہوتی ہے۔

پچھلے دنوں بھرتی ہو رہی تھی شمالی علاقہ جات میں' وہاں کے سکاؤٹس ہوتے ہیں ایس ایس پی صاحب مجھ سے ملے اور کہنے لگے جی اب کیا کریں آپ کہتے ہیں غریبوں کو رکھو جن میں استعداد ہے' جس کا بچہ میٹرک پاس کر گیا صحت مند ہے یار اسے روزگار دو اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ جس کا حق بنتا ہے اسے دیں لیکن ایک ایک وزیر نے چھ چھ ناموں کی چٹ بھیجی ہے کہ انہیں تو ضرور رکھنا ہے ہم نے بندے رکھنے ہیں پچاس ہمارے پاس سفارشیں ہیں وزیروں کی ڈیڑھ سو۔ اب ہمارے محکمے کو یہ مصیبت ہے کہ باقی سو کی معافی کیسے مانگیں۔ کس کے رکھیں کس کے نہ رکھیں کہ بندہ پچاس رکھنا ہے اور وزیروں کی چٹیں ڈیڑھ سو ہیں۔ سرکاری ملازمت ایک وسیلہ ہے نا عام آدمی کے رزق کا وہ اس پر بھی قابض ہو گئے۔

تو سب سے بڑا ڈاکہ یہ ہے کہ کوئی اقتدار میں آکر یا کوئی اپنے وقار کے زور پر اختیار کے زور پر وسائل رزق پر قابض ہو جائے اور دوسروں کے لئے روزی کے وسائل کو عام نہ رہنے دے۔ اب اس کا حساب آخرت میں ہوگا۔ صحیح! آخرت میں تو ہر بات کا حساب ہوگا' ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ کریم جس پر رحم فرما دے' حساب نہ کرے وہ بچ جائے گا اور جس سے حساب پوچھا گیا وہ بچ نہیں پائے گا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ دعا کیا کرو کہ اللہ پوچھے نہیں ورنہ جس پر سوال ہو گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اس کے پاس کوئی جواز نہیں ہوگا' وہ بچ نہیں سکے گا۔ لیکن آخرت سے پہلے اس دنیا کے بھی کوئی قاعدے اور ضابطے تعلیم فرماتے ہیں اللہ رب العالمین نے۔ اگر کوئی ڈاکہ ڈالتا ہے تو فقہ میں حد دی گئی ہے کہ ایک روپیہ چلا گیا' برداشت کر لو' دو چلے گئے تین چلے گئے چلو برداشت کر لو لیکن اگر ساڑھے تین روپے بھی کوئی چھیننا چاہتا ہے تو مقابلہ کرو۔ مارے گئے تو شہید ہو وہ مر گیا تو کوئی جرم نہیں۔ یہ فقہ کا اصول ہے کہ کوئی تم پر ڈاکہ ڈالنا چاہتا ہے کوئی تم سے تمہارا مال چھیننا چاہتا ہے تو درگزر کی ایک حد ہے ایک دو تین روپے تک' اگر ساڑھے تین چھیننا چاہتا ہے تو مقابلہ کرتے ہوئے اسے مارو دو تو شرعاً" کوئی جرم نہیں ہے' اس قتل کی کوئی سزا نہیں ہوگی اور اگر تم مارے گئے تو شہید ہو جاؤ گے۔ تو یہاں تو دو تین روپے کیا' یہاں تو سارے وسائل رزق پر ہی ڈاکہ پڑ گیا۔

اب جس رب العلمین نے فکر کے لئے سوچ دی ہے' ایمان کے لئے دل دیا ہے' کام کرنے کے لئے ہاتھ دیئے ہیں اس نے یہ اصول بھی بتایا ہے کہ کسی کا چھینو نہیں لیکن اپنا کسی کو چھیننے بھی نہ دو۔ حشر کو جب حساب ہوگا تو ڈاکو کا حساب تو ہوگا ہی کہ تو نے ڈاکہ کیوں مارا لیکن جو آرام سے ڈاکو کو ڈاکہ ڈالنے دیتا ہے اور بزدلوں کی طرح بیٹھا رہتا ہے اس کا بھی حساب ہوگا۔ ظلم کرنے والے دو لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ آدمی جو ظلم کر رہا ہوتا ہے ایک اس کا معاون وہ ہوتا ہے جو خاموشی سے ظلم برداشت کر رہا ہوتا ہے کیونکہ ظلم کا برداشت کرنا بھی ظلم کو بڑھانے کے مترادف ہے۔ اسلام عیسائیت کی طرح نہیں کہتا۔ عیسائیت کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی ایک گال پہ تھپڑ مارے تو

دوسرا آگے کر دو۔ اسلام کہتا ہے دانت توڑے گا دانت تڑوائے گا' آنکھ نکالے گا آنکھ نکلوائے گا' ناک کاٹے گا ناک کٹوائے گا' جیسا کوئی کسی کو دکھ پہنچائے گا اتنا اسے بھی پہنچایا جائے گا

ولا تعتدوا- زیادتی نہ کرو لیکن کسی کو زیادتی کرنے بھی نہ دو

تو حضرات گرامی! یہاں یہ باتیں جب آجاتی ہیں کہ ایک کے وسائل دوسرا چھیننے لگتا ہے تو وہاں صلاحیت عمل ختم ہو جاتی ہے اور محبت کی جگہ عداوت آجاتی ہے اب آپ دیکھ لیجئے ہمیں دعویٰ تو مسلمانی کا ہے لیکن قرآن معیار اسلام یہ قرار دیتا ہے

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمٰن ودا○- جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں اللہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت ڈال دیتا ہے یہاں یہ عالم ہے کہ بازار میں لٹتے ہیں مرتے ہیں' گاڑیوں میں لٹتے ہیں مرتے ہیں' حکومت کے اداروں میں' تھانوں میں' قتل ہوتے ہیں عدالتوں میں مارے جاتے ہیں' مساجد میں قتل عام ہوتا ہے اور بائیس بائیس چوبیس چوبیس لاشے تڑپ رہے ہوتے ہیں۔ یہ کون سی محبت ہے؟ کس کو کس سے محبت ہے؟ علماء کو دیکھو تو سوائے فتوے لگانے اور ایک دوسرے کو کافر بنانے کے مجھے تو کوئی شغل نظر نہیں آیا کہیں۔ آج جمعہ ہے' آدمی اگر شہر میں پھرنا شروع کر دے تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی مسجد سے امن کی آواز آرہی ہوگی۔ ایسے پتہ چلتا ہے کہ میدان کارزار ہے اور کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں یا کفر کے فتوے ہوں گے یا دوزخ کی نوید ہوگی' کوئی خیر کی خبر کبھی ہم نے نہیں سنی۔ حکمرانوں کے پاس جاؤ یہی حال ہے' قومی اسمبلی میں دیکھ لو' ملک کا صدر تقریر کر رہا ہے اور وزیراعظم تالی بجا رہا ہے اور حزب اختلاف کی لیڈر نعرے لگا رہی ہے' کوئی گالیاں دے رہا ہے' کوئی ڈیسک بجا رہا ہے۔ پارلیمنٹ ماشاء اللہ وہ ادارہ ہے کہ اللہ کا قانون نافذ نہیں ہو سکتا لیکن پارلیمنٹ جو کہہ دے وہ نافذ ہو جاتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمایا ہوا حکم نافذ نہیں ہو سکتا یہاں لیکن پارلیمنٹ جو کہہ دے وہ نافذ ہو جاتا ہے۔ قرآن کا دیا ہوا قانون نافذ نہیں ہو سکتا پارلیمنٹ جو چاہے کہہ دے وہ نافذ ہو جاتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے دستور پاکستان میں پارلیمنٹ کے اختیارات کی کوئی حد نہیں۔ اگر امریکہ والوں کی طرح کل یہ پارلیمنٹ بھی کہہ دے کہ مرد کی مرد کے ساتھ شادی جائز ہے تو جائز ہے' کوئی نہیں اسے روک سکتا' آپ کے آئین و دستور میں اسے روکنے کی کوئی طاقت نہیں ہے۔ جو ادارہ معاذ اللہ خدا سے زیادہ خود کو بااختیار بنائے بیٹھا ہے ذرا اس کا کردار ملاحظہ ہو کہ ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے ہیں' ایک دوسرے پر طعنے کسے جا رہے ہیں' شور ہو رہا ہے اور صدر مملکت رٹے رٹائے طوطے کی طرح اپنی تقریر پڑھتے گئے۔ جب سن ہی کوئی نہیں رہا تو اس کے پڑھنے کا کیا فائدہ؟ یہ ساری تصویر کیا کسی اسلامی ملک کی بنتی ہے؟ کیا اس سارے تصور کے ساتھ ہمیں یہ تسلی ہے کہ ہم مسلمان ہیں یا ہمیں سوچنا ہوگا کہ کہیں کوئی کمی ہے' کہیں کوئی کمزوری ہے' کہیں کوئی کوئی خانہ خالی ہے قرآن حکیم نے بنی اسرائیل کا تذکرہ فرماتے ہوئے ذکر فرمایا کہ

یہودیوں کے لئے ہم نے ہفتے کا دن متبرک قرار دے دیا ہے۔ یہ قوم سمندر کے کنارے آباد تھی' ان پر پابندی لگا دی گئی کہ ہفتہ تمہارا متبرک دن ہے' ہفتے کے دن تم عبادت کرو گے اور مچھلیاں وغیرہ شکار نہیں کرو گے۔ اللہ بے نیاز ہے انہیں منع کر دیا مچھلیوں کے دل میں بات ڈال دی وہ ساری ہفتے کے دن ساحل پر آجاتیں' ہر طرف مچھلیاں ہی مچھلیاں نظر آتیں۔ اب لوگوں نے سوچا بھئی یہ عجیب بات ہے کہ عام دنوں میں سارا سارا دن انتظار کر کے ایک آدھ مچھلی ہاتھ آتی ہے اور ہفتے کو تو پانی نظر نہیں آتا مچھلیاں ہی نظر آتی ہیں' انہوں نے نالیاں بنا کر باہر کھڈے بنا دیئے' ان میں پانی چلا جاتا اور مچھلیاں بھر جاتیں۔ یہ درمیان میں سل رکھ کر اسے بند کر دیتے کہ ہفتے کو ہم نہیں پکڑیں گے اتوار کو پکڑلیں گے۔ کچھ لوگوں نے منع کرنا شروع کر دیا بھئی یہ تم ظلم کر رہے ہو کہ یہ تو پکڑی گئیں۔ جب آپ نے سل رکھ کے قید کر دیں یہ تو پکڑی گئیں' یہ تو ظلم ہے۔ تین طبقے بن گئے لوگوں کے' ایک وہ جو مچھلیاں پکڑتے تھے' ایک وہ جو انہیں روکتے تھے اور ایک وہ جنہوں نے کہا جی نہ پکڑتے ہیں نہ کسی کو کچھ کہتے ہیں۔ اللہ کی گرفت آئی' اللہ کا عذاب آیا' قرآن کریم کہتا ہے۔

وجعل منھم القردۃ والخنازیر ہم نے انہیں بندر اور خنازیر بنا دیا' شکلیں مسخ ہو گئیں۔ اس سزا سے' اس عذاب سے وہ لوگ بچے جو انہیں روکا کرتے تھے۔ جو مچھلیاں پکڑتے تھے اور جو انہیں منع نہیں کرتے تھے وہ سب اس عذاب کا شکار ہو گئے۔ بچے صرف وہ جو برائی سے منع بھی کرتے تھے۔ اس لئے کہ جو پکڑتے نہیں تھے اور پکڑنے سے روکتے بھی نہیں تھے ان کی خاموشی بھی اس برائی میں شامل تھی

اور ہم یہ اندازہ تو لگائے بیٹھے ہیں کہ ظالموں کا محاسبہ قیامت کو ہوگا اور اللہ ان سے حساب لے گا' یہ تو درست ہے لیکن اگر ہم ظلم کا مقابلہ نہیں کریں گے تو پکڑے ہم بھی جائیں گے' پوچھا ہم سے بھی جائے گا کہ ظالم تو ظلم کر رہا تھا تم

نے اسے روکا کیوں نہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ چودہ کروڑ مسلمان اس طرح سے گروی ہیں یہودیوں کے پاس کہ عملاً" یہودی کی حکومت ہے اور امریکہ کہتا ہے لڑ جاؤ یہ لڑنے کو تیار ہو جاتے ہیں وہ کہتا ہے صلح کر لو یہ صلح کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ تجارت کھول دو' جی کھول دی! ویزا ہٹا دو' جی ہٹا دیا۔ کمال ہے اگر امریکہ نے ہی حکومت کرنی ہے تو اسے اس کی 53ویں سٹیٹ بنا دو تاکہ کم از کم وہ آرام تو لوگوں کو ملے جو امریکیوں کو امریکہ میں ہے۔ پھر لوگ ویزے بنا بنا کر امریکہ جانے کی بجائے امریکہ ہی یہاں آجائے سارا وہی ہو جائے اور اگر یہ ممکن نہیں ہے تو یہ جو پس پردہ حکومت ہے' ریموٹ کنٹرول حکومت ہے یہ بھی ہٹائی جائے۔ چونکہ مسلمان پر حکومت کرنے کا حق صرف اللہ کو ہے' اللہ کے دین کو ہے اللہ کے رسول ﷺ کو ہے' اس کے بعد کسی کو مسلمان پر حکمرانی کا حق حاصل نہیں ہے اور غلاموں میں اور غلامی میں اسلام نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کبھی غلام ہوتا ہے اور اگر کوئی غلام بھی کلمہ پڑھ لے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی نشانی محبت ہے اور جو حکمرانوں میں ایک دوسرے سے ہے وہ بھی نظر آ رہی ہے۔ اور جو ہم میں ایک دوسرے سے ہے وہ بھی نظر آ رہی ہے ہم پر عذاب نازل ہوا تو ہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے' ہمارے دلوں میں نفرتیں آ گئیں اس لئے کہ اگر ہم کسی کا حق چھین نہیں رہے تو چھیننے والوں کا ہاتھ بھی نہیں روک رہے۔ اور بڑی سادہ سی بات ہے کہ دنیا میں مانگنے سے حقوق نہیں ملا کرتے چونکہ جنہوں نے مانگنے پر حق دینا ہوتا ہے وہ کسی کا حق چھینتے ہی نہیں۔ جو لوگ اتنے شریف یا نیک یا باکردار مسلمان ہوں کہ اگر کسی کا حق ان کے پاس ہے اور وہ مانگیں اور وہ اسے دے دیں تو ایسے لوگ کسی کا حق چھینا ہی نہیں کرتے اور جو حق چھین کر بیٹھتے ہیں وہ مانگنے سے نہیں دیتے ان سے بزور بازو اپنا حق لینا پڑتا ہے' اسی کو جہاد کہتے ہیں اور یہ بڑی واضح بات ہے کہ اگر ہمیں بحیثیت مسلمان زندہ رہنا ہے اور آنے والی نسلوں کو مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں' تو پھر ہمیں آنے والی نسل کو اسلام دینا ہو گا۔ دعا کرنا تو دور کی بات ہے۔ اور یہ میرے آپ کے ہم سب کے ذمے ہے اس میں کسی سیاسی جماعت کی یا کسی دینی سیاسی جماعت کی یا کسی مولانا کی یا کسی پیر صاحب کی کوئی بڑائی نہیں ہے یہ اللہ کا اور اللہ کے دین کا کام ہے۔

اور میں آپ کو ایک بات عرض کر دوں میرا یہ ایمان ہے کہ یہ ملک قائم رہے گا اور اس پر اسلام کی حکومت قائم ہو گی انشاء اللہ العزیز۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کون خوش نصیب لوگ ہوں گے جو یہ انقلاب بپا کریں گے۔ اللہ اس کے لئے کس کس کو قبول کرتا ہے یہ اس کی مرضی کس کی جان قبول کرتا ہے کس کا خون پسند فرماتا ہے کس کا مال قبول کرتا ہے' انشاء اللہ العزیز یہ جہاد ہو گا' برائی سے مقابلہ ہو گا اور کفر کی اور کافرانہ نظام کی طاقت ٹوٹے گی۔ امریکہ ہم پر حکومت نہیں کرے گا بلکہ انشاء اللہ امریکہ پر بھی اسلام حکومت کرے گا۔ وقت آ رہا ہے کہ برصغیر سارا پاکستان ہو گا اور اس پر اسلام کی حکومت ہو گی۔ اس لئے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی پیش گوئیوں میں السند کے جہاد کی خبر دی گئی ہے اور السند پاکستان بھارت بنگال کشمیر سارا ملا کر السند ہے۔ جب نفاذ اسلام ہو گا' لوگوں کے حقوق محفوظ ہونگے وسائل ہر ایک کے لئے کھلے ہوں گے اور جو جس کے پاس ہو گا اسی کی حفاظت ہو گی تو لوگوں میں وہ محبت بھی آئے گی جو دین کا خاصہ ہے۔ پھر ہر ایک کے دل میں دوسرے کے لئے احترام بھی آئے گا اور یہ کہا جا سکے گا کہ الحمد للہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اسلام کا اقتدار دیکھنا نصیب فرمائے۔ آمین

بقیہ۔ تم نہیں یا ہم نہیں

کوئی پارسا ہے تو اسے اللہ جنت دے گا یہاں ہم کافرانہ نظام کی حمایت کی اسے مہلت نہیں دیں گے' انشاء اللہ۔

لیکن یاد رکھو! اس کام کے لئے وہ لوگ چاہیئے ہوں گے جو آگے تو بڑھیں پیچھے ہٹنے کا مفہوم بھول جائیں۔ وہ لوگ جو گھر سے جان دینے کے لئے نکلیں' وہ لوگ جو خون سے قوم کے چہرے سے غلامی کا داغ دھو سکیں۔ ہمیں یہ طے کر لینا ہو گا کہ ہمیں شہید ہونا ہے اور انشاء اللہ ان صلوتی ونسکی محیایی ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ

حکمرانو! انشاء اللہ ہم شہید ہوں گے اور اس زمین کو سرخرو کر جائیں گے۔ انشاء اللہ نہ صرف پاکستان پہ اسلام نافذ ہو گا بلکہ سارا برصغیر اسلام کے زیر نگیں ہو گا۔ واجپائی صاحب! صرف کشمیر نہیں پورا برصغیر جو ہے اس پر اسلام نافذ ہو گا۔ اور روئے زمین پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد بنے گا۔

اور میں پھر دعا کرتا ہوں اللہ ہمارے ان حکمرانوں کو ہدایت دے دے یا پھر ہمیں توفیق دے دے کہ ہم انہیں راہ ہدایت پر کھینچ کے لے آئیں۔ آمین

○ بے نمازی کی دعا قبول نہیں ہوگی
○ بے نمازی جب مرے گا تو ذلیل ہو کر مرے گا

طب نبوی: اضافی گوشت کے لوتھڑے اور تیراکی کے جلدی مسائل

ڈاکٹر خالد غزنوی

کبھی کبھی جلد پر فالتو گوشت کے لوتھڑے سے نمودار ہوتے ہیں۔ پرانے زخم جب بھرتے ہیں اور ان پر سفید داغ آجاتا ہے تو اس عمل کے دوران ہی وہ داغ صرف زخم کے شگاف کو ڈھانپنے تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ بڑھتے بڑھتے عجیب شکل کے ایک لوتھڑے کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

جب کوئی شخص جل جاتا ہے اور جلے ہوئے زخم بھرتے ہیں تو زخموں کو بھرنے والا چھلکا بڑھ کر فالتو یا زائد گوشت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ لوتھڑے جسم پر کسی جگہ بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ زخم کو بھرنے والے گوشت کا پھیلاؤ ہے۔ یہ لوتھڑے ان زخموں سے زیادہ نکلتے ہیں جو زیادہ دیر رہے اور ان میں غلاظت زیادہ تھی اور انہوں نے جسم کے کافی حصے کو گلا کر ختم کیا۔ جیسے کہ جلد پر گہرے تپ دق کے پھوڑے۔ جو بعد میں زخم بن گئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پیدا کرنے میں مریض کے اپنے جسم کے رجحان کا بھی دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ کئی مریضوں کے معمولی زخموں پر جب کچھ دن ٹنکچر آیوڈین جیسی معمولی دوائی بھی مسلسل لگائی جائے تو زخم پر اضافی گوشت نمودار ہونے لگتا ہے۔ کبھی کبھی مہاسوں کے زخموں کے بھرنے کے ساتھ ہی ان پر فالتو گوشت بڑھنے لگتا ہے۔ حسن اتفاق سے یہ سانحہ خواتین کے چہروں پر کم وبیش ہی ہوتا ہے البتہ مردوں میں چھاتی کے آس پاس ہونے والے مہاسوں کے بھرنے کے ساتھ فالتو گوشت اکثر پیدا ہو جاتا ہے۔

اس کا رنگ سرخ، گلابی یا سفید بھی ہو سکتا ہے۔ اس کی جڑیں جلد کی اوپر اوپر کسی تیندوے کے پنجوں کی مانند بڑھنے لگتی ہیں۔ لیکن اس کی بالائی سطح ہموار اور چمکدار ہوتی ہے۔ یہ زخم سے نمودار ہوتے ہیں اور وہیں تک محدود رہتے ہیں۔ کچھ مریضوں میں جب یہ نکلنے لگتے ہیں تو پھر کئی جگہ پر نکلتے ہیں اور ایسی جگہوں پر بھی نکل آتے ہیں جہاں پہلے سے کوئی زخم نہ تھا۔

یہ گوشت ایک حد تک بڑھتا چلا جاتا ہے پھر ایک مرحلہ پر اس کا مزید پھیلاؤ رک جاتا ہے اور وہ اپنی جسامت کو مدتوں قائم رکھتے ہیں۔ اگرچہ ایسے گوشت کی پیدائش کا اصل سبب معلوم نہیں۔ لیکن یہ بات اکثر مشاہدے میں آتی ہے۔ جسم میں جب بھی کوئی باہر کی چیز رکھی جائے تو اس کے ردعمل کے طور پر گوشت کے لوتھڑے نمودار ہو جاتے ہیں۔ زخم کو ٹانکے لگانے والا دھاگہ بھی ایسے ردعمل کی پیدائش کا سبب بن سکتا ہے۔ افریقی ممالک میں لوگ اپنے جسم میں مختلف معدنی نشان داخل کر لیتے ہیں۔ باہر کی ان چیزوں کو جسم قبول نہیں کرتا اور ان کے اردگرد فالتو گوشت تھوپ دیا جاتا ہے۔

یورپ میں ایسے لوتھڑے خاندانی طرز عمل سمجھا جا رہا ہے اور مشاہدات سے اس کا ایک ہی خاندان کے مختلف افراد کو ہونا 10-15 فیصدی تک ہونا پایا گیا ہے۔ عام خیال یہی ہے کہ یہ زائد گوشت چوٹ لگنے۔ گندے زخموں کے بھرنے اور جلنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ہم نے ایسے مریض بھی دیکھے ہیں جن کے جسموں پر ایسے لوتھڑے اپنے آپ بیماری کی صورت پیدا ہوئے۔ اور جسم کے کئی مقامات پر نکلے۔

لاہور کی ایک خاتون کے جسم پر ایک لوتھڑا تھا ہم نے اسے کاٹ کر نکال دیا۔ چھ ماہ بعد آئی تو مختلف مقامات پر چار لوتھڑے تھے۔ اور پہلی جگہ پر بھی ایک نیا پیدا ہو چکا تھا اور اس کو کبھی چوٹ یا زخم نہ ہوا تھا۔ ہم نے بہت کوشش کی لیکن ایکسرے لگانے والے تیار نہ ہوئے۔ معلوم نہیں اس غریب کا انجام کیا ہوا۔

یہ لوتھڑے ساخت کے لحاظ سے رسولیاں ہیں۔ ان رسولیوں کو معصوم رسولی یا tumor Innocent کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد ان میں سے کوئی ایک کینسر میں تبدیل ہو جائے۔ اس لئے علاج پر فوری توجہ ضروری ہے۔

علاج

1- امریکہ سے Kutapressin کے ٹیکے آیا کرتے تھے۔ ہم نے پچاسوں مریضوں کو یہ ٹیکے نہایت عمدہ نتائج کے ساتھ لگائے۔ مگر اب وہ پاکستان میں نہیں ملتے۔

2- ان لوتھڑوں میں Decadron یا Solucortef کا ٹیکہ لوتھڑے میں پھیلا کر ہفتے میں 1-2 مرتبہ 3-4 ہفتے لگایا جاتا ہے۔

3- اگر ادویہ سے فائدہ نہ ہو تو اسے جلد سمیت کاٹ کر نکال دیا جائے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ دوبارہ نمودار ہو جاتا ہے اس لئے طریقہ یہ ہے کہ

بقیہ صفحہ نمبر 50 پر

dancers, actors and models etc. etc. Definitely what is happening is because of the impact of man making his own laws and living his life according to the concept of freedom and trying to determine for himself, which way he wants to live and this leads to oppression.

Allah (SWT) has revealed in the Quran

"Those who do not judge by that which Allah (SWT) has revealed, such are disbelievers."
(Soora Al Maeda 44)

"Those who do not judge by that which Allah (SWT) has revealed: such are wrong doers"
(Soora Al Maeda 45)

"Those who do not judge by that which Allah (SWT) has revealed, such are evil- livers"
(Soora Al Maeda 47)

(For further reference see Israr-Ul-Tanzil by Hazrat Mulana Muhammad Akram Awan, pages 190-195, volume 2)

So that is why women worldwide are suffering and it is not only the issue of women, it is the whole human society. The poor are suffering, children are suffering but the leaders do not understand that this oppression is due to man making his own laws

So definitely there is oppression, definitely we need a solution and we need to examine where that solution will come from. And if it does not come from the Creator of man and woman then definitely as Allah (SWT) has said it will be oppression. Therefore we must change society completely. It is very important to change the basis of society. Solution to problems must be provided. The real solution is that law does not belong to any person, any body, any family, any people/any parliament, the law comes from whom it really belongs to and the law belongs to Allah ((SWT) and Allah's true relegion of Islam and if people are not going to understand this then they will run around in circles for ever.

produce the correct social system by which everyone gets their right and dignity that they deserve as humans.

When Islam was first revealed to the Prophet (SAW) in the deserts of Arabia, 1400 years ago, he found women in the same situation as women in now. The Arabs were oppressing the women because they were stronger and they felt sovereign. That is exactly what is happening now! For the Arabs a woman was property. She was inherited or sold and bought. When the fathers died the mother in law was inherited and they also thought that women were so low that they buried her alive at birth. Islam brought about marriage, the social interaction called Nikah but the Arabs had very strange and horrendous ways. But what is the diference today? You still find the ways of the Arabs in the world and this is known as civilisation.

It is not only women that are oppressed, even children are being oppressed. Children cannot even trust the stranger on the street, they cannot trust the teachers and in some societies, they cannot trust even their parents. Have you not thought what is behind all this? Is it not the concept of freedom? You will always find that the vulnerable people or the weak people will be exploited if man does not restrict himself and if he does not consider a law higher than his lust and desire.

What Islam brought was not from the minds of men, it was coming by revelation of the Creator. It was Allah (SWT) that lifted the status of women. It was allah (SWT) that revealed that women can buy, they can sell, they can have property, they can trade,the right to consent to marriage. It was Islam that stated that the woman is an honour, She is a sister to be protected, she is a mother to be obeyed and respected, she is a wife to be taken care of and loved, she is a daughter that needs to be brought up carefully and properly. This was Islamic guidance and legislation. Unfortunately this Islamic legislation is now, not secure in the Muslim lands, however it was secure at the begining of the century by the Islamic states and the Khalifahs. The Islamic state secured the Ummah as the Islamic Ummah since the destruction of these states, we are no longer an Islamic ummah, we all have different states and nationalities, and we are now:

Pakistani
Turkish
Eygyptian
Saudi and that has destoyed the unity that we had when no one could lift a finger against us but now we are not protected.

We have implemented the economic system, the social system and the systems of Islam are not implemented. Since corrupted leaders in the Islamic lands took over they started to implement man made ideas and ideologies women were seen less than what they are, they were degraded, humiliated and women in our societies have become,

Another group that are trying to find answers are the blacks of the West. They feel, they live a in a racist society and in a white man's society. The only thing they can think about is black people for black nationalism. This again goes back to the same basis of freedom. The blacks want to rule in life but they don't want white man to share. So if there was a change it would be black people oppressing the white people.

In parliament women want to get some seats and participate to provide solutions but they don't realise that they have become part of the same old mess. people are again providing solutions from their own minds and this is the tool of oppression.

We as Muslims have every right to criticize and reject democratic society because the situation in these societies contradicts Islam and what is really the truth. We have already decided that the concept of freedom does not exist. We are NOT free, life is not our choice and death isn't either. If it is not our choice then who's choice is it?

Who puts the oxygen around us? Who puts the sun up in the skies? Who brings the rain from the sky? Who puts the water in the ground? Who makes seeds grow into plants? Who? Why do the West avoid these questions. That is beacuse they do not like the answers. Why do they not discuss these questions in the media? Why is it that they only discecuss trivial issues like famous actors and sports? Is this what they will be asked in their graves?

If humans can't even answer important questions then how will they solve life's affairs? Are humans capable of organising life's affairs? Do humans have the ability? Because man is stronger than the woman, he will oppress women when he has already acknowleged that this is his only chance life and he will get everyting he wants from it.

This has happened in all societies and unfortunately even in the Muslim world. This is due to colonization whether it is open or subtle, entered our countries on top of which we had corrupted leaders for example Bhutto who supported these man made ideologies e.g. capitalism, nationalism, secularism, racism and freedom and democracy. They accept all these ideologies but reject the law of the Creator. Since there are man made laws we find that women are being oppressed, because in these societies man is dominant and he judges by what he sees as right and because he is male he does not relate to women. The Creator is above petty rivalry, selfishness, competition and exploitation which man implements on man if he takes the sovereignty in his own hands.

Sovereignty belongs to Allah (SWT) alone. He can take care and organise the needs of humans whether they are black of white or young or old male or female and

that is why women in the West are trying to find a solution, so they set up liberation movements and women's society and they go back to the same polluted idea of freedom, then how will they ever find a solution? after their struggle has the situation of women improved? No, it has probably become worse. This is because the solution that they bring is more oppression. So you have one group of people and if they overthrow man made laws then they bring in woman made law and start the oppression again, this is because both are human.

There are many groups and movements which believe that they have bettered themselves in the world. One was the concept of Communism. Communism was nothing but the reaction to the oppression that the capitalist were implementing on the people, therefore it should not, even mistakenly be seen as an ally of Islam. When Marx was studying the situation of humans 100 years ago in capitalist western society he came to the conclusion that this society was oppressive and exploiting the weak. He found that the rich were exploiting the poor, people worked from dawn till dusk. Children worked in factories, they were not clothed or fed and there was no welfare services for the poor so he decided to find his own solution but this is where he went wrong.

Yes, society was oppressive, yes, it was exploiting the weak but when it come to providing solutions, Marx made theories from his own mind because he was feeling this oppression and he did not have any guidance or revelation, so he set his own materialistic ideas because he concluded that anything to do with capitalism is oppression. He also said that I want to banish any reference to the Creator because he found that in capitalist society Christinity was used as an excuse to the oppression. So he wanted to abolish religion because he believed it prevented the masses from rebellion and it was used by capitalist society to drug the people. Again he did not come to this conclusion by revelation but by the reaction of the capitalist oppression. He then set up communist society but it fell after several years. This was because man was again trying to find solutions to his problems from his mind, therefore it will inevitably fail.

another reaction to the oppression in Western society is the feminist movement. Because these women felt that society and in particular men were oppressing them, they did not feel safe, they did not have dignity and so they wanted to better society for themselves. So what answers did they get? They did not want to base society on a different concept but they still went back to the idea of freedom and democracy but how can they get a different outcome? After all their shouting and parading, if they still want to call it liberation even though they achieved nothing, after a 100 years then they are wrong, these women have not been liberated in Western society, they are still an object of desire.

go hand in hand with freedom. In democracy you must obey the laws that are set up but then how are you free? Also the laws are not even made up by the majority. How many people vote? Statistics have proved that 42% vote out of the 70% that are eligible to vote but there you go this is a democratic society. So they hear and they obey but at the same time they run around saying they are free.

How can they say they are free but as soon as they step outside they are stopped for speeding? Can they say to the police man excuse me but I am free. No they cannot, and they will listen and obey. Also they are free but they must pay taxes because someone has told them that they must but at the same time they are free.

These days if people see some good in an action then they carry it out. No one does an action because it is the right action or the correct action or the true action, they do it because they feel they can get some personal benefit from it. In the same way when people interact with each other, they think what can I get out of her? and what can I get out of him? This is the ultimate truth and we should not hide from it.

If you ask someone who is clearly doing wrong, should you be doing this? Should guys be going out with girls? Should girls be going out with guys? You are then told "What do you mean? Why are you trying to tell me I shouldn't do this?" they say this because they feel that they are free. They carry out the actions they want and they do not want anyone to dictate to them how they should live. They do not want anyone to instruct them on how they should lead their lives.

That to them is the final justification. They cannot argue beyond that and if you then go on to corret them and say that, "I don't appeciate what you are doing and it is wrong", they will reply, yes but you are free to hold your opinon and I am free to hold mine and in other words carry on doing wrong!!

How can they say that they are free? Are they really free? If they are free then why can't they produce one more leg for themselves, why can't they fly, why can't they stop eating for two weeks or a month? Why can't they prove to us that they are really free by not breathing? No, they are not free!! As a human being we submit to rules, every day of our lives. our exisence is based upon certain rules which we cannot deny or we will fail to exist. We also have the need to have certain order and system in the world. Our life is of not our own choice. Who has said God I want to be born in the 20th century coz it's cool? Who made a contract with their Creator that I want to die on this day? Infact people are so afraid of death that they are trying to produce technology that will stop them from dying, because they think that technology will progress and man will have the key to life in 200 to 300 years. This is because they are trying to run away from something that is inescapable, which is death.

If all that is around us is man made laws then there are so many ways you can escape it. There are many criminals that get away with crime. Statistics show that 1 in 10 criminals are caught which means that 9 in 10 are successful and get way with crime, and how many stay in jail? Most of the rich are free to go due to bribes that are worth millions of pounds. People also cheat and hide from policemen because policemen are not everywhere. All these are the consequences of freedom and this results in the social decay that you can see around us in society, where man eats man just like animls who eat other animals because human beings are living like animals.

To explain how democracy and the concept of freedom first arose we must go back in history. The freedom that is practiced in the west is a reaction to the oppression that was started by the church of England. 200 to 300 years ago, the church was dominant in places like france, Germany, America and England. Basically there were 3 estates, the church, the monarchy and the general masses. The King and the landlords seemed to own the country, the land and whatever was in it, even the people. Humans in these estates were born as slaves and they died as slaves. If the slaves ever complained to the church and asked; "We are being oppressed by the landlords, what does God have to say to us?" Then the church would reply "God says accept it, accept that you are a slave and that the landlord is your master and in the hereafter, you will get your reward".

So after a while people began to rebel, not only against the kingdom but also against the church and religion. Therefore freedom was only the reaction to the oppression that was faced in Christianity. So when the church was overthrown and so was the monarchy people needed a new way of life, so they concluded that they will reject any divine rule because the church claimed that the king had a divine right to rule. Instead they decided to replace people every 5 years and elect them and replace them as they wish. All in all they rejected any interference of religion in life's affairs due to their bad experience with religion so as far as they could see the only way out was if they rejected religion, the bible, any rules and also morality, but then what is left behind? Obviously man follows his own lust, desires, opinions and he makes up his own laws and rules and this is very dangerous because when man makes his own laws he can also unmake them as he wishes.

One of the chief justices in England made a speech saying:
"We are sick and tired of all the victims of crime coming to the courts and protesting and wanting us to punish the criminals, what if we punish the victims?"
So he said we should punish the victims for not taking care of their properties and so if you have 5 alarms then you should have 10 alarms. He also said so many problems are associated with drugs so why don't we just legalise them? So basically in democracy any problems that you cannot deal with just legalise them!

This in turn affects the actions of most men in society. Men carry the image of women as a display to look at. Women are judged against so called famous women such as Madonna. Men think let me see how she measures up to Madonna. How does she measure up to such a such model? This is how women are viewed and men act according to this sick, sick concept. Men see women being degraded on T.V. they see that women are being humiliated constantly, this is the only image they have of women and when men interact with women they carry this mentality, that I should use and exploit these women and insult them and humiliate them and degrade them.

There is one more factor that people carry in democratic society and this is the concept of freedom. In this concept people must understand that life is short, live life to the max, go for it they are told. People are told you are not responsible for anyone, therefore don't listen to your parents, don't listen to you friends, don't listen to morality, don't listen to god, don't listen to religion, don't listen to anything don't let anyone stop you from having a good time.

As a result people in democratic society carry the idea that I am free! So if I feel like it I will kill, if I feel like it I will steal, if I feel like it I will cheat and if I feel like it I will also abuse and exploit. This is because if you don't give humans any concept beyond this life and they do not know about the creator or the hearafter then all they see is this life, therefore they need to pursue the goods of this life. In these people's view some of the goods of this life are women, wealth and power. So they become in pursuit of these values because you have already told them, no need to stop or control yourself, you are free. So far there are two concepts that are leading to the oppression of women.

(1) Nasty image of women as an Object of desire to be used and abused.

(2) Then this image is given to a society that is already carrying a dangerous concept that they consider themselves to be free. To be able to choose their own way of life and no one can stop them. this leads to humans turning into animals or sometimes worse because they are misguided.Thus the natural instincts that Allah (SWT) has Placed in every soul for goodness are divorced from their daily lives. Democratic society is very secular. Secular societies dictate that being religious is superstitious, people that are religious are nothing but weak emotional people and they have a problem. In democratic society people are. Told, fine have your religion, have your faith but be careful not to apply this into our society, you do not bring this into life's affairs because in life's affairs, man is sovereign.

In democracy people determine for themselves a legislation based on their desires and Lust. They employ Their represent atives to set up LAWS. Isn't this a contradiction of their concept of freedom? LAWS or in other words democracy cannot

Democracy and the decaying state of women

By, Joweria Zahid

Nottingham

Let me begin by defining democracy:

Democracy is for the people
by the people
of the people
and man is sovereing.

It is defined in a much more realistic way by the founder of modern politics Mackiaveli in the 14th century. He stated that:

"Democracy is the art practice of the powerful to exploit the weak"

Another man greatly looked upon by democratic society is Abraham Linclin, he stated that:

"A good politician should not be concerned with morality, but should aim to achieve his goal in a calculated and subtile manner"

Now that we understand the definition of democracy we will analyze the very essence of democracy and how, if in any way it affects women that live in democratic society.

Let's start by looking at the situation today. The common image of women in society is an object of desire and a tool to be used to sell products. For example if you want to sell a washing machine then put a naked women on it. If you want to sell shoes, put a naked women on it. I could give many exemples but you only have to put on the television know the reality. Most newspapers these days lack intellectual knowledge and analysis but are in fact full of dirty pictures of women.

Famous women are seen as the women that reveal the most. Is this not Opprssion? These women base their lives on this oppression. Another example of these women are models who act as mere displays. This is the situation on the international scene People are so influenced by these women that they dress and live their lives according to this mentality. Women think that they need to copy actresses, models, singers etc in order to be appreciated. She does not think that she can impress people by opinions, Knowledge, global matters or discussion, infact she thinks that to be popular she must be the biggest flirt. The reason for this mentality is because she has been cultured this way. Every where she looks she will see this. Whether on telvision, out side or her interaction with other people dictate to her that for her to be liked she must mix with men. This is the true mentality for most women and we should not run away or hide from that because that is the stark truth.